نعرۂ حق

السعیدی

○

مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی ایم، اے

مکتبہ رضویہ ○ گجرات

طل دوئی پسند ہے حق لاشریک ہے ○ شرکتِ میانۂ حق و باطل نہ کر قبول

نعرۂ حق

مدیران "الاسلام" و "اہلحدیث" کی سوفسطائی منطق

کا

دندان شکن جواب

○

مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی ایم، اے

سابق صدر شعبۂ علوم اسلامیہ ○ اسلامیہ کالج لاہو

مکتبہ رضویہ ○ گجرات

نام کتاب ——— نعرۂ حق (دو تاریخی مکتوب)
دو تاریخی مکتوب ——— مولانا عبدالستار خاں نیازی
کتابت ——— حافظ محمد سراج سعیدی
تصحیح ——— ظہورالدین خاں
ناشر ——— مکتبہ رضویہ گجرات
مطبع ——— ملّی پرنٹرز، سرکلر روڈ، لاہور
طباعت بارِ اوّل ——— دسمبر ۱۹۷۶ء
تعداد ——— گیارہ سو
قیمت ——— ۲/۲۵ روپے

طابع : ایم منیر قاضی، ملّی پرنٹرز۔ ۹ سرکلر روڈ۔ لاہور

○

ملنے کا پتہ

۱ — **مکتبہ رضویہ** — کرشنا سٹریٹ، ریلوے روڈ گجرات،
۲ — **شرکت حنفیہ لمیٹڈ** — گنج بخش روڈ — لاہور

زاجتہادِ عالمانِ کم نظر ، اقتدا بر رفتگاں محفوظ تر
تنگ بر ما راہ گزارِ دیں شد است ، ہر لئیمے رازدارِ دیں شد است

اقبال

عرضِ ناشر

اَلْحَقُّ یَعْلُوْا وَلَا یُعْلٰی : نجدیّہ وہابیّہ کے پاکستانی ایجنٹوں نے سوادِ اعظم اہلِ سُنّت وجماعت کی وحدت و استحکام میں روز افزوں ترقی کے نتائج کو دیکھ کر عَضُّوا عَلَیْکُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَیْظِ (ترجمہ : تمہاری ترقی اور سربلندی کو دیکھ کر دشمنانِ دین حسد و عناد کی آگ میں جل جاتے ہیں اور مغلوبُ الغضب ہو کر دانتوں سے اپنی انگلیاں کاٹتے ہیں) کے مصداق پریس اور پلیٹ فارم سے غوغا آرائی اور ژاژ خائی کا طوفانِ بدتمیزی بپا کر رکھا ہے۔ خاص طور پر اکابرینِ اہلِ سُنّت کی مجاہدانہ سرگرمیوں پہ نعل در آتش ہیں۔ عالمی دورہ میں جس طرح ورلڈ اسلامک مشن کے وفد نے افریقہ، جزائر ماریشس، ری یونین، انگلستان نیویارک، جنوبی امریکہ اور ہالینڈ میں عجب سے تحریفی، انحرافی، اعتزالی اور تخریبی رجحانات کی حامل جماعتوں کی اجارہ داری کو ختم کرتے ہوئے عقیدۂ ختم نبوت کے اثبات اور الحاد، زندقہ اور دہریّت کا ردّ و ابطال کیا ہے یہ لوگ بے حد مُضطرب اور پریشان نظر آرہے ہیں۔ ان دروغِ بے فروغ سوادِ اعظم کے نیّرِ تاباں کے سامنے ماند پڑ چکا ہے۔ بجائے اس کے کہ منکرینِ سُنّت اصلاحِ احوال کی جانب متوجہ ہوں، انہوں نے الزام تراشی اور بُہتان طرازی شروع کر دی ہے۔ فرقہ مودودیہ نے جہاں صالحانہ تیر و نشتر چلائے ہیں وہاں نجدیوں نے بھی اپنی کندۂ ناتراش ذہنیّت اور عبقری فطرت کا مُظاہرہ کیا ہے۔

ہفتگی "الاسلام" گوجرانوالہ نے اپنے شمارہ یکم اگست ۱۹۷۵ء میں مجاہدِ ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی کے خلاف گوہر افشانی کی ہے۔ اگرچہ مولانائے محترم اس قسم کے ہفتگی "بقلِ لطوروں" کو منہ نہیں لگاتے اور نہ ہی ان اعتراضات کو درخورِ اعتنا سمجھتے ہیں۔ تاہم

اپنی ذات کے مقابلے میں مسلک کا تحفظ انہیں بے حد عزیز ہے اس لئے اس ہفتگی کو مناسب جواب دے دیا گیا۔ مگر ان بزدل "قلم قتلوں" نے جواب کو شائع نہ کیا۔ اسی طرح دوسرے وہابی ویکلی "اہلحدیث" لاہور نے "ناصح مشفق" بن کر مطاعن و اعتراضات کو غلافِ منافقت میں لپیٹ کر مقالہ افتتاحیہ رگید ڈالا۔ اعلیحضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے نڈر سپاہی نے ضربتِ غازیانہ سے اس کو تہس نہس کر دیا۔ بطورِ اتمامِ حجت نہ صرف اس احمقانہ اداریہ کا دندان شکن جواب تحریر کیا بلکہ اس کے ساتھ "الاسلام" کو ارسال کردہ جواب بھی منسلک کر دیا۔ اور بصیغۂ رجسٹری مدیرِ اہلحدیث کمیرپوری کو ارسال کر دیا۔ مگر اخلاقی جرأت سے عاری اور شرافتِ اسلامی سے ناآشنا "اجیرِ نجدیت" نے اسے اپنے اخبار میں شائع نہ کیا۔

ہمیں بعض ذرائع سے مولانا کے جوابِ قلندرانہ کا پتہ چل گیا۔ ہم نے درخواست کی کہ از راہِ نوازش ہمیں اس مراسلت کی نقول مرحمت فرمائی جائیں۔ مولانا ٹال گئے اور فرمایا کہ ہمارا جواب مکتوب الیہم تک پہنچ چکا ہے، مقصد پورا ہو گیا۔ اس کی تشہیر مناسب نہیں۔ ہم نے بلطائف الحیل مولانا کے آفس سیکرٹری سے برائے مطالعہ سارا مواد حاصل کر لیا اور مسودات کی فوٹو سٹیٹ کاپیاں تیار کرنے کے بعد دفتر میں واپس کر دیا۔ مولانا موصوف کی عالی ظرفی اور جلالتِ شان کا یہ زندہ ثبوت ہے کہ انہوں نے اس اہم خط و کتابت کو فریقین تک محدود رکھا۔ مگر ہم خادمانِ اہلسنّت محض افادۂ عام کے لئے اسے شائع کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ مولٰینا نے ان مکاتیب میں وہ علمی اور تحقیقی نکات بیان کئے ہیں جنہیں صیغۂ راز میں رکھنا ہمارے نقطۂ نگاہ سے نامناسب تھا ہم سوادِ اعظم اہلسنّت و جماعت کے مقام و مرتبہ کے تحفظ کی خاطر ان کی اشاعت بے حد اہم سمجھتے ہیں۔ بنا بریں اسے ہدیۂ ناظرین کئے دیتے ہیں۔ ہمیں یقینِ کامل ہے کہ مولانا نیازی ہمارے اس جذبہ کی قدر کریں گے اور ہماری اس جسارت سے صرفِ نظر فرمائیں گے۔

قمر الدین ناظمِ مکتبہ

ہفت روزہ الاسلام لاہور

حافظ مسعود احمد صاحب رشیدی، متعلم دار العلوم تعلیم الاسلام ماموں کانجن

تم ہی کہو یہ اندازِ گفتگو کیا ہے؟

مولانا عبدالستار خاں نیازی سے معذرت کے ساتھ!

حضرات اس مردِ مجاہد مولانا عبدالستار خان نیازی سے مجھے انتہائی محبت و عقیدت ہے جو اسلامیہ کالج لاہور میں حمید نظامی مرحوم، شیخ خورشید احمد مرحوم، سید قاسم رضوی مرحوم اور دیگر مخلصین سے مل کر تحریکِ پاکستان کا ہراول دستہ بنا تھا۔ وہ مردِ جلیل عبدالستار نیازی بھی میری محبتوں، عقیدتوں کا مرکز ہے جو تحریکِ پاکستان اور قیامِ پاکستان کے سلسلہ میں شمالی پنجاب کے سیاسی قبرستانوں کی بستی بستی، قریہ قریہ، پیغامِ حق لے کر پہنچا۔ اور جس نے عوام میں صورِ بیداری پھونکا وہ عبدالستار نیازی میرے نزدیک انتہائی قابلِ احترام، قابلِ قدر اور لائقِ ستائش ہے جو ۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختمِ نبوت میں نہ صرف ایک مجاہد بلکہ ایک عظیم جرنیل کی حیثیت سے مثالی کردار کا مالک تھا جس کی ثابت قدمی، اولوالعزمی اور استقلال و استقامت کا یہ عالم تھا کہ رحمۃ للعالمین ﷺ کی ختمِ رسالت کے تحفظ کے لیے پھانسی کا پھندا چومنے سے بھی دریغ نہیں کیا تھا۔ وہ عبدالستار نیازی بھی انتہائی پیاری شخصیت تھا، جو اپنی ایمانی حرارت کی وجہ سے ملک و ملت کی آنکھ کا تارا تھا۔ وہ عبدالستار بھی بہت اونچی شخصیت تھا جو جبلِ حریت حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی، امیرِ شریعت، سید مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رح، ضیغمِ اسلام شیخ حسام الدین، مجسمۂ شرافت، جناب ماسٹر تاج الدین انصاری رحمۃ اللہ علیہم۔ مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی کا دوست اور رفیقِ سفر رہا۔ وہ عبدالستار نیازی بھی قابلِ احترام شخصیت تھا، جس نے نواب ممدوٹ، میاں عبدالباری، حسین شہید سہروردی اور مولانا سید محمد داؤد غزنوی، مرحومین سے مل کر پنجاب میں سب سے پہلے سیاستِ پنجاب اور پنجاب کے سیاسی مغرور میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ کی دھاندلیوں، سیاسی بدعنوانیوں اور جمہوریت کش کارروائیوں کے خلاف نہ صرف صدائے احتجاج بلند کی بلکہ جناح عوامی مسلم لیگ کے نام سے اپوزیشن قائم کی اور قابلِ قدر خدمات انجام دیں۔ عبدالستار نیازی ملک و ملت کا مشترکہ قیمتی سرمایہ اور متاعِ عزیز تھا۔ تحریکِ خلافتِ پاکستان کے داعی کی حیثیت سے ملک و ملت کی پاسبانی کے لیے قدرت کے احتساب کا ڈنڈا بن کر ہر اسلام دشمن بدعقیدہ، ملحد، زندیق اور سیاسی بدعنوانیوں کے سر پر ہر وقت لٹکتا تھا، وہ عبدالستار نیازی جو اپنے ذہنی توازن، اعتدال، رواداری اور وضع داری کے اعتبار سے پوری ملتِ اسلامیہ پاکستان کا مرجعِ خلائق اور قابلِ صد احترام عالمِ دین تھا، لیکن وائے بدنصیبی کہ کچھ برسوں سے وہ اس تنگ ظرف جماعت کا لیڈر بن گیا، جن کے لغت سے وسعت: اخلاق، وسعتِ ظرف، رواداری، وضع داری، میانہ روی، تحمل، برداشت وغیرہ ایسے وقیع الفاظ اپنی پوری معنوی خوبیوں کے باوجود خارج ہیں۔ گزشتہ دنوں اسی جماعت نے ضلع لائل پور کے متعدد مقامات پر اپنے مقتدر لیڈر اور قائدین کا مع مولانا عبدالستار خاں نیازی دورے کا پروگرام بنایا۔ اس سلسلہ میں ۶ جون ۱۹۷۵ء کو ان حضرات نے ماموں کانجن بھی تشریف لانا تھا، چنانچہ بریلوی مکتبِ فکر کے مدرسہ برکاتیہ ماموں کانجن میں مولانا عبدالستار نیازی مع مولوی محمد اکبر ساقی تشریف لائے۔ میں اور میرے رفقاء بیسیوں نہیں سینکڑوں کی تعداد میں انتہائی محبت و عقیدت سے مولانا عبدالستار خاں نیازی کو سننے کے لیے ان کے جا میں حاضر ہو گئے، لیکن وہاں جا کر اور مولانا عبدالستار نیازی کو سن کر، ہماری امیدوں، آرزوؤں، تمناؤں، خواہشوں، محبتوں، اور عقیدتوں کا قتلِ عام ہو گیا۔ یہ دیکھ کر ہماری حیرت و استعجاب کی کوئی انتہا نہ رہی۔ کہ یہ عبدالستار نیازی وہ ہرگز اور قطعاً نہیں۔ جو اس سے قبل دیکھا اور سنا تھا، جس سے ہمیں محبت و عقیدت تھی، بلکہ یہ مولانا عبدالستار نیاز یہ متعصب مولوی اور ایک تنگ نظر مذہبی راہنما تھے۔

مولانا عبدالستار نیازی نے اپنی طویل تقریر

ہیں علی الترتیب اہل حدیث، دیوبندی، اور جماعتِ اسلامی کے اکابر کو وہ کچھ سنایا کہ اس کے اعادہ سے توبہ ہی بھلی۔ ان مذکورہ جماعتوں کے اکابر، علمائے کرام کو وہ مقفع اور مسجع اور بامحاورہ الفاظ سے نوازا۔ اور ان کا نام لے کر ان جماعت، اتہامات سے ان کی بھرپور خدمت کی، جس کی زبان روادار و وضع دار ہوتی ہے۔ توازن اعتدال، تحمل ان کا زیور ہوتا ہے۔ موجودہ ملکی حالات و واقعات کی اہمیت کے پیشِ نظر بھی ان کو محتاط زبان میں بات کرنا چاہیے تھا، ایک پارلیمانی جماعت کے لیڈر ہونے کی حیثیت سے بھی ان کی زبان اور ان کا طرزِ تخاطب ایک پارلیمانی ہونا چاہیے تھا متحدہ جمہوری محاذ میں شامل ہونے اور اس کا مرکزی لیڈر ہونے کی حیثیت سے بھی ان کی ذمہ داریاں دوچند ہو گئی ہیں، جمہوری محاذ کے صدر پیر آف پگاڑا، پروفیسر عبدالغفور، چوہدری ظہور الٰہی، نوابزادہ نصر اللہ خان، مولانا مفتی محمود، مولانا شاہ احمد نورانی اور سردار عبدالقیوم خان کو ایسے غیر ذمہ دار لیڈروں پر کنٹرول کرنا چاہیے ورنہ اگر یہی صورتِ حالات جاری رہی تو بہت جلد عوام محاذ اور اس میں شامل جماعتوں سے متنفر ہو جائیں گے۔ امید ہے کہ مولانا عبدالستار خاں نیازی ہماری معروضات پر نہ صرف غور فرمائیں گے بلکہ ان تمام لوگوں کو جواب شیریں سے نوازیں گے۔

نوٹ: مکتوب ہٰذا کا جواب مجاہدِ ملت کے اشہبِ قلم سے آئندہ صفحات پر ملاحظہ فرمائیے

◆

عزیزم ! السلام علیکم

"دو ماہ کی نظر بندی کے بعد جب مَیں باہر آیا تو ہفت روزہ "الاسلام" لاہور مورخہ یکم اگست ۷۵ء، شمارہ نمبر ۲۲، صفحہ ۹ پر آپ کا ایک مفصل بیان دیکھا۔ آپ نے میری جس تقریر کو موضوعِ تنقید و تعریض بنایا ہے وہ میری شنید کے مطابق ٹیپ ریکارڈ پر آچکی ہے، اور مَیں نے اسے حاصل کرنے کے لئے پیغام بھیج دیا ہے، حقیقی فیصلہ تو اسے سُن کر ہی کیا جائے گا۔ اور ایک غیر جانبدار کمیشن جو آپ کی جماعت کے اکابرین شیخ محمد اشرف صاحب اور علامہ حافظ احسان الٰہی ظہیر صاحب جیسے ثالثین پر مشتمل ہو گا۔ تاہم سلسلۂ کلام کے ربط و ارتباط اور موادِ استدلال کو مستحضر بنا کر آپ کی یادداشت کو تازہ کرنے کے لئے مندرجہ ذیل معروضات پیش کی جاتی ہیں۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے یہ جلسہ متحدہ محاذ یا مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیرِ اہتمام نہ تھا، ایک متعین موضوع پر مجھے اظہارِ خیال کی دعوت دی گئی تھی۔ اِس اعتبار سے ساری تقریر کا نقطۂ ماسکہ یہی موضوع تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مَیں نے کسی جماعت کے قائد کو نشانۂ تنقید نہیں بنایا، بلکہ تمام فرقوں کے لئے ایک جامع پروگرام پیش کیا ہے۔

(۲) میں نے اپنے عالمی دورے کے حوالے سے یہ بتایا تھا کہ جس طرح ہم نے باغیانِ ختم نبوت کے خلاف متحدہ محاذ بنا کر تحفظ ناموس رسالت کی تحریک چلائی تھی، اسی طرح انگلستان اور دیگر ممالک میں آپ سب حضرات عیسائیت، یہودیت اور اشتراکیت کے خلاف محاذ بنائیں۔ قیام فی المیلاد، ختم شریف برائے ایصال ثواب، گیارھویں شریف، جیسے فروعی مسائل پر ایک دوسرے سے نہ اُلجھیں، یہ تقریبات واجباتِ دین سے نہیں ہیں۔ اس لئے ان کے ترک پر کسی کو نہ تو موردِ الزام ٹھہرایا جا سکتا ہے۔ اور نہ ہی اس کے ردّ و قبول پر کسی کے خلاف شرک و بدعت کے فتوے عائد کئے جا سکتے ہیں۔ آپ غیر مسلموں کو یہ تاثر ہرگز نہ دیں کہ یہاں کئی قسم کے اسلام موجود ہیں۔ آپ کی تمام تر توجہ کافروں کو مسلمان بنانے پر مرتکز ہونی چاہیئے نہ کہ مسلمانوں کو کافر بنانے پر

(۳) مورخہ ۷؍ستمبر ۷۴ء کو جب وزیرِ اعظم نے تحریک ختم نبوت کا مرکزی مطالبہ تسلیم کر لیا تو اس کے بعد مولینا غلام اللہ صاحب کے مدرسہ بمقام راولپنڈی تمام جماعتوں کے نمائندہ اکابرین علماء کا اجلاس منعقد ہوا۔ اس موقع پر علامہ حافظ احسان الٰہی ظہیر صاحب نے فرمایا کہ مجلس عمل تحریکِ ختم نبوت کو آئندہ بسلسلہ مطالبات مشترکہ اجتماعات کی دعوت نہیں دینی چاہیئے۔ مجلس کا پروگرام ختم ہو چکا ہے اس لیئے ہر جماعت آزادانہ طور پر اپنے انفرادی پروگرام بنائے۔ اس موقع پر میں نے ہی کھڑے ہو کر جواب دیا کہ ابھی ہمارا پروگرام باقی ہے۔ تحفظ ختم نبوت سے ہم نے ملّت کے اجتماعی موقف کو صرف نظریاتی حد تک تسلیم کرایا ہے۔ پاکستان میں شرعی انقلاب کے لئے ہمیں اسی طرح متحد ہو کر کام کرنا ہوگا اور مشترکہ لائحہ عمل کرنا ہوگا۔ میں نے مشترکہ لائحہ عمل کے سلسلہ میں سہ نکاتی فارمولا، یعنی ۱: پاکستان میں اسلام کے فوجداری و دیوانی قوانین شخصی قانون یعنی (PERSONAL LAW) کی ضمانت دیتے ہوئے نافذ کیئے جائیں۔ ۲: اسلامی اقتصادی نظام یعنی معیشتِ محمدی علی صاحبہا الصلوٰت والسلام کے اصول پر زکوٰۃ و صدقات کو نافذ کیا جائے اور تمام حاجتمندوں کی ضروریات زندگی پوری کی جائیں اور مسلمانوں کو قانونی طور پر پابند بنا دیا جائے کہ اس کا پڑوسی بھوکا نہیں سو سکتا۔ ۳: اسلام کی اخلاقی اقدار کو نافذ کرے، عریانی، فحاشی، بے پردگی، بے حیائی اور منفی آوارگی کا قلع قمع کیا جائے، ماموں کانجن کی زیر بحث تقریر میں میں نے اسی پروگرام کو بالتفصیل پیش کیا ہے۔

(۴) فرقہ وارانہ اختلافات کو بجائے خود رکھتے ہوئے میں نے تعاون و اتحاد کا راستہ دکھایا ہے اور سوادِ اعظم اہلسنّت کو خاص طور پر متوجہ کیا ہے کہ اس ملک میں نفاذِ شریعت کی تمام تر ذمہ داری تمہارے کندھوں پر ہے، ناکامی کی صورت میں سب سے زیادہ مؤاخذہ تم سے ہوگا۔ حاضرین کو ایک مثال دیتے ہوئے سمجھایا کہ کچھ ہیں "موڑ" کے ساتھی اور کچھ ہیں "توڑ" کے ساتھی (آخری منزل کے دوست) تمہارے ساتھ جو شخص جس حد تک تعاون کرے بصد تشکر و امتنان خوش دلی سے اس تعاون کو قبول کیجئے۔

(۵) عظمت و احترام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملّت کا مشترک سرمایہ قرار دیتے ہوئے میں نے

“امام ابن تیمیہ” جیسے فاضلِ جلیل (جنہیں غیر مقلدین و علماء دیوبند عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اپنا امام سمجھتے ہیں) کے ارشادات کو پیش کیا تھا۔ مَیں نے اِس ضمن میں ان کی مشہور کتاب “اَلصَّارِمُ اَلْمُسْلُوْلُ علی شاتم الرسول” صفحہ ۴۱/۴۲ کا مندرجہ ذیل حوالہ پیش خدمت کیا ہے:

“مَنْ اٰذَی الرَّسُوْلَ فَقَدْ اٰذَی اللّٰہَ وَمَنْ اَطَاعَ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ (الخ)

فَاَقَامَہُ اللّٰہُ مَقَامَ نَفْسِہٖ فِیْ اَمْرِہٖ وَنَہْیِہٖ وَاِخْبَارِہٖ وَبَیَانِہٖ وَلَا یَجُوْزُ اَنْ یُّفَرَّقَ

بَیْنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فِیْ ھٰذِہِ الْاُمُوْرِ ط”

ترجمہ: جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دی اُس نے اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ کو تکلیف پہنچائی ـــــ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نیابت کے مقام پر لا کھڑا کیا ہے۔ اوامر و نواہی کا نفاذ آئندہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہو گا۔ آپ اخبارِ غیب بیان کریں گے اور اُن اخبار کی تفسیر و توضیح بھی آپ ہی کے ذریعے ہو گی۔ ان تمام امور مندرجہ بالا میں رسول کو خدا سے جُدا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

مقصد یہ تھا کہ حاضرین اہلسُنّت و جماعت برائے افہام و تفہیم دوسرے فرقوں کو قریب تر لایا جائے اور ایک کلمۂ جامعہ پر لا کر سہ نکاتی پروگرام کی تکمیل کی خاطر وحدتِ عمل پر اُبھارا جائے۔ افسوس ہے کہ آپ نے تقریر کے اس پہلو کو یکسر نظر انداز کر دیا اور میری مساعی اتحاد و تعاون کو نمایاں کرنے کی بجائے قارئین “الاسلام” کو مجھ سے دانستہ متوحّش بنا دیا۔

(۶) جس نیازی سے آپ کی محبت اب وحشت میں بدل رہی ہے بفضلہٖ تعالیٰ وہ اپنے موقف پر چٹان کی طرح قائم ہے اور دنیا کی کوئی طاقت اسے اپنے مؤقف سے سرِ مُو انحراف پر مائل نہیں کر سکتی۔ میرے جن محترم (موجود و مرحوم) احباب کا آپ نے ذکر کیا ہے، ان کا بدستور سابق نیاز مند ہوں اور اِس پر فخر کرتا ہوں یہی استقامت اور صلابت میرے کردار کی نمایاں خصوصیت ہے بقولِ منصور حلاّج رحمۃ اللہ علیہ میرا ایمان ہے ؎

من حُسینِ وقت و نا اہلان یزید و شمر من
روز گارم جُملہ عاشورہ و منزل کربلا

لَوْ لُبَسَّتِ الجِبَال وَلَوْ دُکَّتِ السَّمَاء کوہِ ارادتم متزلزل نمی شود ،

(۷) آل پاکستان قومی کنونشن میں ملک کی تمام سیاسی و مذہبی جماعتوں بجز "تحریک استقلال" و "پیپلز پارٹی" نے مجھے داعی مقرر کیا اور سب نے مشترکہ طور پہ میرے مقدمہ کی پیروی کی۔ اُنہیں میرے عقائد و نظریّات کا بخوبی علم ہے۔ میں نے اتحاد و تعاون کا جو فارمولا تیار کیا ہے اس پر انہیں سو فیصد اتفاق ہے مجھے اپنے محترم دوست و ہمصفیرِ قفس مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی تالیف "خلافت و ملوکیّت" سے سخت اختلاف ہے، مگر سہ نکاتی فارمولا کی خاطر مجھے ان کے تعاون کی بھی اشد ضرورت ہے۔

(۸) مورخہ ۸ رجب ماموں کانجن کے جلسۂ عام بعد نمازِ عشاء اور قبل ازیں سمندری بعد نمازِ عصر جامع مسجد شوکت الاسلام میں اتحاد بین المسلمین کے سلسلہ میں یہی سہ نکاتی فارمولا پیش کیا، وہاں کی تقریر بھی ٹیپ ہوئی ہے اور اُن دونوں کو سامنے رکھ کر حقیقتِ حال واشگاف الفاظ میں سامنے آجاتی ہے اور جس قسم کی وسوسہ اندازی کی گئی ہے اُس کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ سرِ دست میرے پاس تقریروں کے ریکارڈ موجود نہیں ہیں۔ سی۔ آئی۔ ڈی کی بے ربط اور مسخ شدہ رپورٹ جس کی بنا پر میرے خلاف مقدمہ درج کیا گیا ہے، اور جس سے دشمنی کی روایت سمجھ کر خیر و صلاح کی توقع بے سود ہے، سامنے ہے تاہم جو فقرات مجھ سے منسوب کئے گئے ہیں وہ ملاحظہ فرمالیں اور حافظہ پہ زور ڈال کر میری تقریر کو مستحضر کریں، تو آپ کو اپنی غلط بیانی کا بخوبی احساس ہو جائے گا، فقرات درج ذیل ہیں:

"........ آپ کے ملک کے اندر کئی جماعتیں ہیں، مسلمانوں میں کئی فرقے ہیں۔ ایک سوادِ اعظم اہلسنّت کو خطاب کرتا ہوں، تمہاری ذمہ داری سب سے زیادہ ہے اگر شریعت کے نظام کو لانے میں آپ شامل نہیں ہوتے تو نقصان آپ کا ہو گا اور فائدہ بھی آپ ہی کا ہو گا"۔

(رپورٹ میں ایک جملہ محذوف ہے)

"........ جس طرح آپ نے قائدِ اعظم کا ساتھ دیا تھا اسی طرح نظامِ مصطفٰے کا ساتھ دو اور قیادت کرو، ہم نے امریکہ کے دورے کے اندر افریقہ اور الجزائر میں ایک دعوت دے،

(جملے بے ربط ہیں مدعا یہ ہے) کہ مسلمان فروعی اختلافات پر لڑ رہے ہیں، مگر شمالی امریکہ، جنوبی امریکہ، افریقہ، جزائر ماریشیس، ری یونین ہالینڈ اور انگلستان میں مسلمانوں کو دعوتِ فکر دی کہ فروعی اختلافات پر نہ لڑو۔

مَیں نے کہا کہ تم کافروں کو مسلمان بناؤ اور جو ختم دلاتا ہے، اُس کو بدعتی نہ کہو، گیارہویں والے کو مشرک و بدعتی نہ کہو۔ انگریز کو مسلمان بناؤ، اور جو پہلے ہی مسلمان ہیں اُنہیں کافر نہ بناؤ، مَیں نے کہا کہ ہم نے پاکستان میں متحدہ محاذ بنا کر قادیانیوں کے فتنے کا خاتمہ کیا، اس میں ہم کامیاب ہو گئے۔ متحدہ محاذ کا پروگرام ہے ایک تو ہے (یہاں فقرہ محذوف ہے) مفہوم یہ تھا کہ ملک کی تمام سیاسی جماعتوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا جائے اور دوسرا متحدہ محاذ دینی جماعتوں کے مابین اتحاد کا پروگرام تیار کرنے کی خاطر ہوگا۔ اور یہی آئندہ دینی جماعتوں کے لئے پروگرام ہے۔

اہلِ سُنّت! اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرو۔ آپ روپے میں بارہ چودہ آنے ہیں، باقی دونّی، چونّی ہیں۔ اپنی منزل کو نہ بھولو! قرآن کے بعد سُنّتِ خلفائے راشدین، سُنّتِ صحابہ، سُنّتِ شہدا، سُنّتِ صالحین، یہ تمہاری منزل ہے (یہاں پر بھی فقرات حذف کر دیے گئے ہیں) اصل الفاظ یوں تھے میں نے ادلۂ اربعہ کتاب، سُنّت، اجماع و اجتہاد کی وضاحت کرتے ہوئے اسے دس عنوانات دیے ہیں، پیش کرتا ہوں:۔ اوّل قطعیّت فرامینِ کتاب (قرآن کریم) دوم ختمیّتِ احکامِ رسالت (اتباع سُنّتِ رسول) سوم اتباع سُنّت صدیقین، چہارم توسّل منہاج خلافت (اتباع سُنّتِ خلفائے راشدین) پنجم اتباع سُنّت صحابہ (ما انا علیہ و اصحابی) ششم اتباع سُنّت تابعین، ہفتم اتباع سُنّت تبع تابعین، ہشتم اتباع سُنّتِ شہداء، نہم اتباع سُنّت صالحین (ائمۂ فقہ، ائمۂ اہلِ بیت، ائمۂ طریقت و تصوّف اور ائمۂ علم کلام) دہم اجماع امّت اور انہیں کہو کہ اس ملک میں اسلامی نظام قائم کرنا ہے۔ حدودِ تعزیرات شرعی کا نظام، شرابی کو دُرّے لگائے جائیں۔ ملک میں (شرعی) سزائیں نافذ کیجیے، دیوانی معاملات پہ (شخصی قانون کا تحفظ دو۔) اسلام کے (فوجداری) پر شیعہ، سُنّی

وغیرہ تمام فرقوں کو کسی (دفعہ) پر اعتراض نہیں۔

دوسری بات ہم یہ چاہتے ہیں کہ شراب، زنا، عریانی، بدکاری ختم ہو۔ تیسرا نکتہ اسلام کا اقتصادی نظام نافذ کرو۔ (محذوف کر دیا گیا ہے)

”آیئے! پاکستان میں نظام شریعت نافذ کرنے کے لئے خون کی قربانی دیں۔ مجھے ایسے مجاہد چاہئیں جو اسلام کے لئے قربانی دیں۔ اگر تم شریعت کے نفاذ کے لئے تیار ہو جاؤ گے تو کوئی (مخالفین شریعت) رکاوٹ نہیں بن سکتے،

........”خدا کے لئے کسی صحابہ (صحابی) پر تنقید نہ کرو ہم کسی پر ATTACK نہیں کرتے۔ آپ ان چیزوں کو چھوڑ دیں (فروعی اختلافات) اور سب مل کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس کے لئے، دین اسلام کے لئے جمہوری قدروں کے احیا کے لئے کوشش کریں۔ تاکہ ظلم ختم ہو جائے اور (اس طرح) جمہوریت نافذ ہو گی، اسلامی نظام قائم ہو گا۔

VERBATUM TEXT OF THE SPEECH OF M. ABDUS SATTAR KHAN NIAZI GENERAL SECRETARY JUP HELD IN "MASJID SHAUKAT-E-ISLAM" SAMUNDRI, DISTT. LYALLPUR SULTAN AHMED S.I.S.B GROUP LYALLPUR EXTRACT FROM PAGES 11, 12, 13, 14

”——— عزیزم آپ یہ نہیں جانتے کہ جن اکابر کا آپ نے ذکر کیا ہے، انہوں نے ہی میرے سامنے اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا کہ سوادِ اعظم اہلسنّت وجماعت کو منظم کروں انہیں دنیا دار سیاستدانوں کا آلۂ کار نہ بننے دوں اور سُنّی عوام کو سیاسی طالع آزماؤں کی ہری بھری چراہ گاہ نہ رہنے دوں۔ میں نے بقدرِ استطاعت انہیں منظم کیا ہے اور دیگر فرقوں کے ساتھ رضاکارانہ تعاون کی راہ سجھائی ہے تو کیا آپ کو یہ بات پسند نہیں ہے؟ کیا آپ کو میرا یہ کردار پسند نہیں؟ اگر کوئی یہ چاہے کہ سوادِ اعظم اہلسنّت ”شاملات دیہہ“ بنے رہیں، انہیں بطور ”پنیری“ استعمال کیا جائے، یا اپنے سیاسی

محلات کی تعمیر کے لئے "ملبہ" کے طور پر باقی رہنے دیا جائے تو یہ ہرگز نہیں ہو سکتا ۔ ہم کسی فرقہ کے اکابرین کی مذمت و تنقیص نہیں کرتے ۔ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ خدارا ہمارا دل نہ دکھاؤ ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کو بڑے بھائی کے درجے تک نہ لاؤ ۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم و کمالات پر کسی مخلوق کے علم و کمالات کو ترجیح نہ دو ۔ خلفائے راشدین پر زبان طعن دراز نہ کرو ۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اپنی تنقید کا نشانہ نہ بناؤ ۔ سلف صالحین کے وقار و احترام میں اگر آپ ہمارے ساتھ متفق نہیں ہیں تو خدارا ان کی تنقیص نہ کرو ۔ روز محشر محاسبہ ہو گا تو خود سوچو کہ کس کا دفاع کر رہے ہو گے ۔ اور ہم کس کے دفاع کے لئے اپنا جواب دعویٰ پیش کریں گے ؟ ظاہر ہے کہ تمہارا دفاع اپنے مولویوں کے لئے ہو گا ۔ اور ہمارا ناموسِ رسالت و ناموسِ صحابہ کے لئے ۔ کیا آپ ایسے نیازی کو پسند کرتے ہیں جس کا کوئی اپنا مؤقف اور مسلک نہ ہو ۔ ایسا ہر دلعزیز ہو کہ اپنے عقائد و نظریات پر قائم رہتے ہوئے دستِ تعاون دراز کرنے کی بجائے ؎

چلتا ہوں تھوڑی دُور ہر اک راہرو کے ساتھ
پہچانتا نہیں ابھی راہبر کو میں

کے مطابق اٹھو کہ روزگار بن جائے ، کس کام کا رہے گا ۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا ۔ نیازی اپنے مسلک پر قائم رہتے ہوئے اقل قلیل شرائط پر ہر شخص کے ساتھ جس حد تک وہ اپنے ساتھ چل سکتا ہے' تعاون کے لئے تیار رہے ۔

آپ نے متحدہ محاذ کے اکابرین کو یہ مشورہ دیا ہے کہ وہ ایسے "منہ پھٹ" فسادی پہ کنٹرول کریں ۔ کاش ! آپ نے کل پاکستان قومی کنونشن میں میرے کردار کا مطالعہ کیا ہوتا ۔ پریس کانفرنس میں جاری کردہ میرے بیان کو پڑھا ہوتا جس میں ملک و ملت کے لئے ایک لائحہ عمل پیش کیا گیا ہے اور فوز و فلاح کے لئے واضح نشانات مقرر کر دیے گئے ہیں ۔ آپ نے اپنے مضمون میں چند تاریخی واقعات کے تذکرے میں بھی ٹھوکر کھائی ہے ۔ سید قاسم رضوی ، خورشید احمد وغیرہ کو میرے رفقا میں شامل کیا ہے ۔ حالانکہ رضوی مرحوم میرے شاگرد تھے اور خورشید بعد کا کارکن ہے اسی طرح آپ نے

ممدوٹ، دولتانہ کشمکش میں مجھے فریق قرار دیا ہے، حالانکہ میں ان اینگلو محمڈن "نوابوں" اور کمیونسٹ "سرمایہ داروں" دونوں طبقات کے خلاف تھا۔

جناح عوامی لیگ سے بہت پہلے پیر صاحب مانکی شریف، مرحوم حسین شہید سہروردی اور خاکسار نے ۱۹۵۰ء میں آل پاکستان مسلم لیگ ورکرز کنونشن منعقد کر کے ملک میں سب سے پہلے عوامی اپوزیشن یعنی آل پاکستان عوامی مسلم لیگ کی تشکیل کی تھی۔ نیز یہ بھی آپکی یادداشت کا قصور ہے کہ آپنے ماموں کانجن کے جلسے کی تاریخِ انعقاد ۶ رجب درج کی ہے۔ اور ملک محمد اکبر خاں ساقی کو میرے ہمراہ جلسے میں موجود دکھایا ہے۔ حالانکہ یہ جلسہ ۸ رجب کو بعد نمازِ عشا منعقد ہوا اور ساقی صاحب اس میں تشریف فرما نہ تھے۔ آپنے محبت و خلوص اور جاں نثاری کے جذبات کے لفافہ میں جہاں اپنی امیدوں، آرزوؤں، تمناؤں، خواہشوں، محبتوں اور عقیدتمندیوں کے قتلِ عام کا تماشا کیا ہے وہ آپ کا اپنا تعصب، تنگ نظری اور مذہبی جنبہ داری ہے۔ وگرنہ نیازی آج بھی ملت کا ادنیٰ خادم اور جملہ اہلِ اسلام کا سچا خیر خواہ ہے اور علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق ؎

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکمِ آذاں لا الٰہ الا اللہ

پر عمل پیرا ہے۔ کوئی راضی ہو یا ناراض، اعلائے کلمۃ الحق میں کبھی کمزوری نہیں آئے گی ؎

اپنے بھی خفا مجھ سے بیگانے بھی ناخوش
میں زہرِ ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند
کہتا ہوں وہی بات، سمجھتا ہوں جسے حق
نہ ابلۂ مسجد ہوں نہ تہذیب کا فرزند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔
ہفت روزہ "اہل حدیث" لاہور
جمعۃ المبارک۔ مورخہ ۲۲ر جولائی ۱۹۷۹ء مطابق ۲۴ر رجب المرجب ۱۳۹۹ھ

خان عبدالستار نیازی کا سہ نکاتی فارمولا

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ

نیازی صاحب کی ایک تقریر

جمعیۃ علمائے پاکستان کے مرکزی جنرل سکرٹری مولانا عبدالستار خان نیازی نے پچھلے دنوں ہارون آباد میں تقریر کرتے ہوئے تمام جماعتوں کو متحد ہونے کی دعوت دی ہے۔ مقامی نامہ نگار کی رپورٹ کے مطابق انھوں نے کہا ہے کہ اگر تمام جماعتیں اسلامی شریعت، اسلامی معاشرت اور اسلامی معیشت کو سامنے رکھ کر اجتماعی جدوجہد کریں تو یہ اسلام ملک اور قوم کی بہت بڑی خدمت ہوگی۔ انھوں نے کہا کہ جمعیت علمائے پاکستان ایک واضح نصب العین رکھتی ہے تاکہ نظام مصطفےٰ اور قانونِ شریعت نافذ ہو سکے انھوں نے برسرِ اقتدار پارٹی پر شدید نکتہ چینی کی اور کہا کہ حکومت ایک طرف تو آزادانہ انتخاب کا نعرہ لگاتی ہے اور دوسری طرف حزبِ اختلاف کو جلسہ تک کرنے کی اجازت نہیں دیتی، انھوں نے انتظامیہ پولیس اور بالخصوص ایف، ایس، ایف کو سیاسی مخالفین کے خلاف استعمال کرنے کی مذمت کی انھوں نے جگہ جگہ دفعہ ۱۴۴ کے نفاذ، اپوزیشن کے جلسوں میں آنسو گیس اور لاٹھی چارج کی شدید مذمت کی، انھوں نے کہا حکومت کو تحریر و تقریر کی مکمل آزادی دینی چاہیئے حکومت مساجد اور دینی مدارس کو اگر اپنی تحویل میں لینا چاہتی ہے۔ تو اس کے مصارف کا صحیح بندوبست ہونا چاہیئے۔

آزادیٔ تحریر و تقریر اور آزادیٔ انتخاب

نیازی صاحب کی تقریر کی جو رپورٹ ہم نے مقامی نامہ نگار کے حوالہ سے نقل کی ہے اس کے دوسرے حصے سے ہمیں کامل اتفاق ہے اور ملک کا ہر شہری اس سے اتفاق ہی کرے گا، تحریر و تقریر کی آزادی جمہوریت کی بنیاد اور آزادانہ انتخاب جمہوریت کی روح ہے اور یہی وہ بنیادی امور ہیں جن سے ملک کے کروڑوں باشندوں میں سیاسی شعور اجاگر ہوتا ہے، تحریر و تقریر کی آزادی ہی سے عوام کو سیاسی مسائل سے آگاہی حاصل ہوتی ہے آزاد پریس، اور آزاد اسٹیج ہی حکمرانوں کو تصویر کا دوسرا رخ دکھاتا، نشۂ اقتدار میں مست امراء کو ہوش میں لاتا، اور سیدھی راہ سے بھٹکنے والے با اختیار طبقہ کو بریک لگاتا ہے اور آزادانہ انتخاب ہی وہ عمل ہے جو بغیر خون بہائے اقتدار میں تبدیلی لاتا اور شہریوں میں یہ احساس پیدا کرتا ہے کہ ملک اپنا اور حکومت اپنی خادم ہے اگر عمالِ حکومت ملک اور عوام کی خدمت کریں تو ان کا اقتدار طول پکڑ سکتا ہے ورنہ ایک معین مدت کے بعد ہمارا بیلٹ پیپر ان کو اقتدار کی کرسی سے الگ کر سکتا ہے، ہماری رائے میں اسلام کے شورائی نظام کے بعد جمہوری نظام ہی وہ سیاسی نظام ہے جس کے فوائد اس کے مفاسد پر غالب ہیں اور جمہوری نظام میں یہ امر بے حد ضروری ہے کہ برسرِ اقتدار گروہ اپنے میں اتنا حوصلہ پیدا کرے کہ مدح کے ساتھ قدح خوشامد کے ساتھ مذمت اور تعریف کے ساتھ تنقید بھی برداشت کر سکے اور حزبِ اختلاف کے ارکان سے فیاضانہ نہیں تو منصفانہ سلوک ضرور کرے اور یہ بات کسی حال میں نہ بھولے کہ ملک کے اصل حکمران عوام ہیں اور عین ممکن ہے کہ آج کی حزبِ اختلاف توقع سے قبل ہی حزبِ اقتدار بن جائے پھر ملک کے تمام وسائل، ذرائع ابلاغ، پولیس سیکورٹی فورس، بہادر افواج حتیٰ کہ تمام حوالاتیں، جیل خانے، اور قلعوں کے تہ خانے اسی کے اشارۂ ابرو کے منتظر ہوں گے اور انہیں اس امر کا قطعاً خیال نہ ہوگا کہ آرڈر دینے والا کل کیا تھا؟ اور آج کا مہمان کون ہے؟ ان حوالاتوں، جیلوں اور شاہی قلعوں کی تاریخ بڑی سبق آموز ہے

نیازی صاحب کا ماضی اور حال

آگے چلنے سے پہلے ہم بڑے افسوس کے ساتھ اس حقیقت کا اظہار کرنا چاہتے ہیں۔ کہ عبدالستار خان نیازی وہ نہیں جو آج سے ۳۰، ۳۵ سال پہلے تھے ہمارے دل میں اس عبدالستار نیازی کا احترام رہا ہے جو قیامِ پاکستان سے قبل مسلم سٹوڈنٹ فیڈریشن کا رہنما اور قیامِ پاکستان کی تحریک میں طلبہ کا قائد اور بانیٔ پاکستان [illegible] کار تھا پھر مرحوم لیاقت علی خان [illegible] حزبِ اختلاف کے قیام کے لیے جناب حسین شہید سہروردی اور پیر صاحب مانکی شریف کے ساتھ شہر بشہر دورے کرتا تھا ہمیں خوب یاد ہے کہ میرے قیام جھنگ کے دوران ایک دفعہ پیر صاحب مذکور اور نیازی صاحب تشریف لے گئے اور خود سیاسی کارکنوں کو تلاش کر کے انہیں حزبِ اختلاف کا ابتدائی درس دے رہے تھے مغرب کی نماز کے لیے جامع مسجد اہل حدیث میں آگئے میں نے امامت کی پیش کش کی لیکن ان دونوں نے اس عاجز کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ مجھے پیر صاحب مانکی کے یہ الفاظ کبھی نہ بھولیں گے کہ "ہم حافظِ قرآن کی اقتداء میں نماز پڑھنا سعادت سمجھتے ہیں" لیکن آج کا عبدالستار نیازی اس سے قطعی مختلف ہے آج وہ جمعیت علمائے پاکستان کا مرکزی جنرل سکرٹری ہے اور بریلویت کے تعصب میں اتنا آگے جا چکا ہے کہ حرمین کے اماموں کے پیچھے بھی ان کی نماز نہیں ہوتی، اس عاجز نے ۱۹۷۵ء کے حج میں خود مشاہدہ کیا ہے کہ نیازی اور نورانی صاحبان بیت اللہ شریف میں نمازِ باجماعت میں شامل نہیں ہوتے تھے۔

پاکستانی سیاست کا المیہ

ہمارے خیال میں پاکستانی سیاست کا یہ المیہ اپنی مثال آپ ہے کہ یہاں کی متعدد سیاسی جماعتیں مذہبی اختلاف کی بنا پر معرضِ وجود میں آئی ہیں اور ان جماعتوں کے قائدین بیک وقت مذہبی راہنما بھی ہیں اور سیاسی قائد بھی! وہ ایک ہی جلسہ، ایک سٹیج اور ایک ہی تقریر میں اپنے مسلکی عقائد بھی بیان کرتے ہیں اور ملکی مسائل پر رائے زنی بھی کرتے ہیں وہ ایک ہی وقت اپنے عقائد سے اختلاف رکھنے والوں کو کافر بھی کہتے ہیں، اور اپنے سے مختلف سیاسی نظریات کی حامل جماعتوں کو ملک کا غدار بھی قرار دیتے ہیں ان کے زعمِ باطل میں ان کی ٹولی کے افراد ہی محبِ وطن مسلمان ہیں اور ان کے باہر کوئی مسلمان ہے تو ملک کا غدار ہے اور کوئی محبِ وطن ہے تو دائرہ اسلام سے خارج ہے گذشتہ انتخاب میں ایک سیاسی جماعت کا جو دو حصوں میں منقسم ہو چکی ہے یہی مشغلہ رہا کہ ان کے ہر سیاسی اور انتخابی جلسے کا مقطع یہی ہوتا تھا کہ فلاں جماعت کے سابق امیر نے (بزعم ایشاں) بعض صحابہ، ازواجِ مطہرات اور اکابر کی شان میں گستاخی کی ہے لہٰذا انہیں ووٹ نہ دیا جائے۔

جمعیۃ علمائے پاکستان

آج کل یہ محاذ جمعیۃ علمائے پاکستان نے سنبھالا ہے جس کے مرکزی جنرل سیکرٹری خان عبدالستار نیازی ہیں یہ جمعیۃ بریلوی مکتب فکر کے علماء نے قائم کی ہے اور جب سے یہ معرض وجود میں آئی ہے پاکستان کی ملکی سیاست میں مذہبی تعصب بڑھ رہا ہے اور ہماری قطعی رائے ہے کہ جب تک مذہبی تعصب ختم نہ ہو اور رواداری اور برداشت کی فضا پیدا نہ ہو پاکستان میں اسلامی آئین کے نفاذ کا خواب کسی صورت شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا۔

نیازی صاحب اور ان کے پیرو مرشد کو تنہائی میں سوچنا چاہیے کہ ان کی حالیہ سرگرمیاں کہیں دین دشمن عناصر کے لیے وجہ مسرت تو نہیں بنتی جا رہی ہیں؟ اس ملک میں کتنے ہی عناصر نہ صرف موجود بلکہ سرگرم عمل ہیں کہ اس ملک کو (جو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا) کمیونزم، سوشلزم یا سیکولرازم کا گہوارہ بنا دیں اور یہ عناصر جب بھی کامیاب ہوئے عوام کی جہالت سے نہیں مذہبی راہنماؤں کے تعصب اور تنگ نظری سے ہوں گے۔ عوام لاکھ جاہل سہی جذباتی طور پر اسلام پر مر مٹنے کے لیے تیار ہیں اور مذہبی راہنما ہیں کہ اہل علم ہونے کے باوجود اسلام کی حقیقت سے ناآشنا اور اصل اسلام (کتاب و سنت) کو چھوڑ کر فرقہ بندی اور تنگ نظری سے دشمنانِ سلام کے ہاتھ مضبوط کر رہے ہیں۔

چالسی اور نوّے فیصدی کی حقیقت

خان عبدالستار یازی جمعیۃ علمائے پاکستان کے مرکزی راہنما ہیں ہ دوسری جماعتوں کو اسلامی شریعت، اسلامی عاشرت اور اسلامی معیشت تین نکات پر اتحاد ی دعوت دیتے ہیں حالانکہ وہ خود آج کل ملک کے ول و عرض میں بلکہ ملک کے اندر اور بیرونِ ملک ت قسم کا مذہبی تعصب پھیلا رہے ہیں وہ خود سلمان کی جمعیت کے دوسرے عہدہ دار اور یکچرار آج کل اپنے فرقہ کو پاکستان کی پچاسی ر نوے فیصد آبادی ظاہر کر رہے ہیں اور برملا ہ رہے کہ ملک ہمارا ہے جس کو یہاں رہنا ہے ارے ساتھ مل کر بالفاظ دیگر ہمارے تابع ہو کر ہنا ہوگا، اوکاڑہ اور پتوکی وغیرہ میں خود انہوں اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا حالانکہ معمولی بوجھ رکھنے والا جانتا ہے کہ اس ملک میں اقلیتوں چھوڑ کر تقریباً دس فیصد شیعہ، بیس فی صد حدیث، اور تیس فی صد دیوبندی احناف موجود ہیں۔ باقی چالیس فیصد میں کمیونسٹ، منکرین حدیث اور وہ اباحت پسند طبقہ بھی شامل جو اپنے آپ کو موجودہ فرقوں کی طرف منسوب ہی نہیں کرتا ہماری رائے میں تیس فیصد کے قریب (کچھ مذہبی اور کچھ عوام کالانعام) وہ لوگ ہیں جنہیں نیازی صاحب کا ریوڑ کہا جا سکتا ہے پھر یہ لوگ بھی صرف قبر پرستی، میلاد النبیؐ گیارھویں اور چالیسویں وغیرہ کی حد تک تو ہم مسلک ہیں یا ابھی سے یہ سمجھ لینا کہ یہ لوگ ملکی انتخاب میں اسی وحدت کا مظاہرہ کریں گے جیسا کہ میلاد پر کرتے ہیں، نیازی اور نورانی صاحبان کی غلط فہمی ہی نہیں انتہائی سادگی بھی ہے ہماری پیش گوئی ہے کہ اس تیس فیصد سے آدھے ووٹ براہ راست پی۔ پی کے ہیں اور تیسری چوتھائی جمعیۃ المشائخ کی معرفت حزب اقتدار کو ملیں گے رہ گیا پانچواں حصہ سو اس میں سیاسی سمجھ بوجھ کے حامل بھی ہوں گے اور کچھ ناتواں امیدواروں کو برادری بنیاد پر ووٹ دیں گے ہم واشگاف الفاظ میں کہہ دیتے ہیں کہ جمعیۃ علمائے پاکستان بزعم خویش ۵۰ فیصد ہونے کے باوجود پانچ فیصد نشستیں بھی حاصل نہ کر سکے گی۔

نیازی اور نورانی کی بیرون ملک سرگرمیاں

اندرون ملک کے بعد بیرون ملک ان دونوں بندگوں نے جو خدمات وحدت ملت کے سلسلہ میں سر انجام دی ہیں اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ یہ دونوں پچھلے سال کے اواخر میں لندن تشریف لے گئے مقصد تبلیغ اسلام تھا لیکن ہوا یہ کہ پاکستان اور بھارت کے جو مسلمان دیارِ غیر میں مل جل کر رہتے اور ایک ہی مسجد میں بلا امتیاز حنفی اہل حدیث ایک ہی امام کے پیچھے جمعہ اور عیدین کی نماز ادا کر لیتے تھے ان میں اتنا افتراق و انتشار ڈالا کہ ان کی وحدت پارہ پارہ ہو گئی، اور وہ مسلمان جو اپنے معمولی اختلاف کو بھول کر عرصہ سے عیسائی مذہب اور مغربی تہذیب کا مقابلہ کرتے آ رہے تھے ان کے قدم رنجہ فرمانے کے بعد ایک دوسرے سے دور ہو گئے۔ وہ مساجد جو آج تک اختلافی مسائل سے ناآشنا تھیں آج افتراق و انتشار کا مرکز بن گئی ہیں اور بعض مقامات پر تو ان حضرات کی بھڑکائی ہوئی آگ کا یہ نتیجہ نکلا کہ پولیس مداخلت پر مجبور ہوئی اور مسجد کو مقفل کر دیا گیا بالخصوص عاملین بالحدیث کے خلاف اس قدر اشتعال پھیلایا کہ وہ مساجد چھوڑنے پر مجبور ہو گئے، اور نورانی اور نیازی اپنے مریدان با صفا میں فاتح لندن قرار دیے گئے

تقویۃ الایمان کی ضبطی کا مطالبہ

نیازی صاحب نے [illegible] آباد ہال کی تقریر میں آزادیٔ تحریر و تقریر کا ذکر بھی کیا ہے ہم اپنے آرٹیکل کی ابتداء میں اس کی تائید کر آئے ہیں لیکن اس مقام پر ہم جمعیۃ علمائے پاکستان کے قائدین سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ آپ کے جماعتی اور عام مسلکی اجتماعات میں ہر جگہ تقویۃ الایمان اور اس کے عظیم مصنف کے خلاف سوقیانہ زبان استعمال ہوتی ہے اور اس کتاب کی ضبطی کے مطالبات ہو رہے ہیں کیا آپ کے ہاں آزادیٔ تحریر و تقریر کا یہی مفہوم ہے؟ خدانخواستہ کل کلاں کو آپ کی حکومت بن گئی، تو آپ اہل توحید کے لٹریچر کے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔؟ آپ کی جماعت کا حال تو یہ ہے کہ اوّلاً اہل حدیث کو کسی جگہ جلسہ کرنے نہیں دیتی مقامی افسران سے مل کر جلسہ رکوانے کی کوشش کرتے ہیں، اگر اس میں کامیاب نہ ہوں تو اہل حدیث کے جلسہ کے متصل کسی مکان پر ختم و نیاز کی مجلس قائم کر لیتے اور بلند آواز سے لاؤڈ اسپیکر استعمال کر کے جلسہ ناکام کرنے کی کوشش کرتے ہیں ہم حیران ہیں کہ اس طرز عمل کی مرتکب جماعت کے مرکزی قائد آزادیٔ تحریر و تقریر کا نام لیتے کس طرح ہیں؟

اقلیت قرار دینے کا مطالبہ

جمعیۃ علمائے پاکستان کے قائد ہندوستان کی آزادی اور قیام پاکستان کا کریڈٹ بھی حاصل کرنا چاہتے ہیں ہم آج کی گفتگو میں اس بات کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف اس دعوے پر اکتفا کرتے ہیں کہ ہندوستان کی آزادی میں اکابر اہل حدیث کی قربانیاں سب سے زیادہ تھیں اور پاکستان کی تحریک میں ہمارا حصہ کسی سے کم نہیں لیکن افسوس کہ جمعیۃ علمائے پاکستان اور بریلوی مسلک کے علماء اپنے مواعظ حسنہ میں اہل حدیث کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ فرما رہے ہیں، ابھی کل کی بات ہے کہ عنایت اللہ سانگلوی نے سیالکوٹ میں بڑے اشتعال انگیز انداز میں کہا:—

سنی بھائیو! آج سے وہابیوں کا بائیکاٹ کر دو، ان کی دوکانوں سے سودا نہ لینا، بولو! سودا لو گے؟ لوگوں نے کہا نہیں۔ بائیکاٹ کرو گے؟ ضرور ضرور! پھر کہا وہابی مر گئے تو اپنے قبرستان میں دفن نہ ہونے دینا۔ مجلس سے ایک بولا محلہ شہاباں میں ڈپو ایک وہابی کے پاس ہے وہابی سے ڈپو چھین کر سنی کو دلا دو وہابی کافروں سے بڑے ہیں مرزائیوں کا بائیکاٹ کرتے ہو وہابیوں کا بھی کرو"

حرمین کے اماموں پر فتوے

اسی طرح پچھلے دنوں مولوی عبداللہ سرسنگھی اور مولوی مختار احمد گجراتی قصور میں اہلحدیث کے خلاف دھاڑتے اور چنگھاڑتے رہے حتیٰ کہ مسجد نبوی اور بیت اللہ شریف کے اماموں کے خلاف کفر کا فتوے صادر کیا جب یہ کہا گیا کہ وہ اتنے مقدس مقامات کے امام ہیں جن کے برابر کوئی دوسری جگہ نہیں تو ان ملاؤں نے برملا کہا کہ خانہ کعبہ کا امام ہونا کوئی شرف نہیں اسلام سے پہلے اس میں بت تھے اور اسلام کے بعد یزیدی حکومت کا قبضہ بھی رہا ہے اور اب نجدی حکومت کا قبضہ ہے تو کیا ہوا؟ اس سے قبل ہفت روزہ افریشیا لاہور میں کسی نام نہاد سید شجاعت علی قادری کا یہ فتوے بھی شائع ہو چکا ہے کہ خانہ کعبہ اور مسجد نبوی کے اماموں کے پیچھے پڑھی گئی نمازیں دوبارہ پڑھی جائیں کیونکہ یہ دونوں امام صاحبان وہابی عقائد رکھتے ہیں، اور اس کی تائید کسی شبیر احمد ہاشمی نے بھی کی ہے ہمیں افسوس ہے کہ جمعیت علمائے پاکستان کے مرکزی قائدین نے ان شر انگیز اور بدزبان ملاؤں کے خلاف ایک لفظ تک نہیں کہا اور یہ تک نہیں بتایا کہ اس سلسلہ میں (باقی ص ۲۰ پر)

بقیہ اداریہ صفحہ ۴ سے آگے

ان کی جماعتی پالیسی کیا ہے؟

نیا اور پرانا لٹریچر: اس کے علاوہ یہ بات انتہائی تکلیف دہ ہے کہ ادھر نیازی اور نورانی جیسے قائدین نے ۸۵ اور ۹۰ فیصد کا راگ الاپنا شروع کیا ادھر بریلوی حلقوں کی طرف سے اس ہنگامی کے دور میں زلزلہ، خون کے آنسو، وہابی مذہب کی حقیقت، تاریخ وہابیت اور باغی ہندوستان جیسی کتابیں کثرت سے شائع ہو رہی ہیں اس پر مستزاد یہ کہ آج سے ستر اسی سال قبل کی وہ کتابیں بھی دوبارہ طبع کی جا رہی ہیں جن کا موضوع ہی یہ ہے کہ وہابیوں کو مساجد سے نکال دو۔ اب یہ حضرات ہی بتائیں کہ اس دور میں اس لٹریچر کی ضرورت کیا ہے؟ اور کیا یہ سارے ہنگامے جمعیت علمائے پاکستان اور فرقہ بریلویہ کے عزائم کا پتہ دینے میں ناکافی ہیں؟

پس چہ باید کرد؟ خدا شاہد ہے کہ آج ہمارا قطعی ارادہ نہ تھا کہ بات کو اتنا طول دیا جائے لیکن جذبات تھے جو رک نہ سکے اور بات طویل سے طویل تر ہو گئی۔ ہماری قطعی رائے ہے کہ آج کا دور دینی جماعتوں کے اتحاد کا دور ہے یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا اور اس کی بقا، سالمیت اور استحکام کے لئے ضروری ہے کہ یہاں اسلام عملاً نافذ ہو لیکن اسلام سے مراد وہ اسلام نہیں جس پر کسی امام کی مہر یا کسی مذہبی اور سیاسی جماعت کی چھاپ ہو بلکہ اصل اسلام ماخذ کے لحاظ سے کتاب و سنت اور سیاسی حیثیت سے آں حضرتؐ اور خلفائے راشدین کے نظام حکومت کا نام ہے اور پاکستان میں اسے نافذ کرنے کے لئے سر دست ان اکیس نکات کو اپنا لینا مناسب ہے جو تمام مکاتب فکر کے علماء نے آج سے ربع صدی قبل کئی روز کی مسلسل محنت سے تیار کئے تھے۔ بے شک ان علماء میں نیازی اور نورانی جیسی "نابغۂ روزگار" ہستیاں شامل نہ تھیں کہ ان کا میدان کارزار ہی اور ہے تاہم اس میں شیعہ، بریلوی، دیوبندی، اہل حدیث اور جماعت اسلامی کے وہ عظیم راہنما شامل تھے جن کی ذات پر ان کی جماعتیں ہی نہیں بلکہ خود علم و اخلاص، فہم و تدبر اور تقوے و طہارت ناز کرتا ہے۔

(حافظ، کمیر پوری)

★

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جوابِ اداریۂ اہلِ حدیث لاہور

مُجتبیٰ ! السلام علیکم

”ہفت روزہ ”اہل حدیث“ لاہور، مورخہ ۲۳ جولائی ۱۹۷۶ء بمطابق ۲۴ رجب المرجب کے اداریہ بعنوان ”خان عبدالستار نیازی کا سہ نکاتی فارمولا“ آپ کے قلم سے ایک مفصل اداریہ شائع ہوا ہے، جس میں آپ نے ہماری تعمیری اور مخلصانہ تجاویز کا مذاق اڑاتے ہوئے مندرجہ ذیل شعر لکھ کر اپنی ہمہ دانی، پاکدامنی اور صلح جوئی کا مظاہرہ کیا ہے ؎

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ، ذرا بندِ قبا دیکھ

ہمارا اس ”لن ترانی“ اور ادعائے فضل و کمال کا جواب یہ ہے ؎

شوخیٔ باطل نگر اندر کمینِ حق نشست
شپّر از کوریٔ شبیخونے زند بر آفتاب

”انقلاب —— انقلاب —— اے انقلاب !

گذشتہ سال میری ۸ جون کی تقریر، بمقام ماموں کانجن کے متعلق ہفتہ وار ”الاسلام“ مورخہ یکم اگست ۷۵ء میں ایک مفصل مکتوب شائع ہوا تھا۔ مکتوب کیا تھا: اَلْمَدْحُ بِمَا يُشْبِهُ الذَّم کا بُوالعجبانہ مُرقّع! مکتوب نگار کا اندازِ تحریر، اندازِ تنقید اور اندازِ وعظ و تذکیر تقریباً وہی تھا جو آپ کا ہے۔ اور اس میں وہی مسائل اٹھائے گئے تھے جو آپ نے اٹھائے ہیں۔ میں نے اس مکتوب میں اٹھائے گئے اعتراضات اور استفسارات کا شافی جواب لکھ کر مدیر ”الاسلام“ کے نام روانہ کر دیا۔ جب اسے آئندہ اشاعت میں شامل نہ کیا گیا تو بالالتزام اس کی ایک نقل لاہور کے دفتر میں بذریعہ مولانا عبدالقادر صاحب روپڑی پہنچا دی۔ مگر اس تاکیدِ اکید کے باوجود مدیر شہیر ”الاسلام“ نے اسے طباعت کے لئے درخورِ اعتنا نہ سمجھا۔ ناچار اس خط کو بمعہ جواب روزنامہ

"سعادت" اور پندرہ روزہ "سوادِ اعظم" میں برائے اشاعت بھیج دیا۔ دونوں پرچوں میں یہ خط و کتابت چھپ چکی ہے۔

اگر آپ نے میرے جواب کو پڑھ لیا ہوتا تو اتنے طویل اداریہ کی ضرورت نہ پڑتی۔ بہرحال بہرِ تسلسل، خیال اور ربط استدلال کی خاطر اس کی نقل ارسال کر رہا ہوں، امید کامل ہے کہ اس کے مطالعہ کے بعد تمام شکوک و شبہات کا ازالہ اور سوفسطائی منطق کا دیوالہ نکل جائے گا اور آپ میرے جواب کو قطعی اور ناگزیر سمجھیں گے۔

آپ نے ہارون آباد میں کارکنان اور خادمین "جمعیت علماء پاکستان" کے اجتماع میں میرے خطاب کی اہمیت، موزونیت اور (اختلاف و عناد کی فضا میں) مصالحت کے فارمولا کے مالہٗ وما علیہ پر بحث کرنے کے بجائے دوسرے حصّہ سے اتفاق کرتے ہوئے یہ کہہ دیا کہ سہ نکاتی فارمولا کی بجائے "سرِدست ان اکیس ۲۱ نکات کو اپنا لینا مناسب ہے۔ جو تمام مکاتیبِ فکر کے علماء نے آج سے ربع صدی قبل کئی روز کی مسلسل محنت سے تیار کیے تھے۔" اوّل تو آپ کو غلطی لگی ہے کہ یہ فارمولا اکیس ۲۱ نکاتی تھا۔ ذرا مزید جستجو اور تفحّص سے دیکھیں تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ یہ اکیس ۲۱ نکاتی نہیں تھا بلکہ بائیس ۲۲ نکاتی تھا۔ اور اس پر مغربی اور مشرقی پاکستان کے اکتیس ۳۱ علماء نے دستخط کیے تھے۔

دوسرے ان میں سے صرف دو نکتے ایسے موجود ہیں۔ جو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے مُروّجہ ترمیم شدہ آئین کے باوجود تشنۂ تکمیل ہیں۔ آپ کی یاد دہانی کیلئے میں ان کا حوالہ دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ (باقی تمام نکات موجودہ آئین میں کسی نہ کسی شکل میں شامل کر دیے گئے ہیں)

نکتہ نمبر۴: "اسلامی مملکت کا یہ فرض ہو گا کہ کتاب و سنت کے بتائے ہوئے معروفات کو قائم کرے، منکرات کو مٹائے اور شعائرِ اسلام کے احیاء و اعلاء اور متعلقہ اسلامی فرقوں کے لئے ان کے اپنے مذہب کے مطابق ضروری اسلامی تعلیم کا انتظام کرے۔"

نکتہ نمبر۲۲: "دستور کی کوئی ایسی تعبیر نہ ہو گی جو کتاب و سنت کے خلاف ہو۔"

اور یہ بھی مبرہن ہو کہ اس زمانے میں خاکسار راقم الحروف نے نہ صرف ان نکات کی حمایت کی بلکہ بنیادی اصولوں کی کمیٹی (B.P.C) نے جب رپورٹ شائع کی تو مملکتِ پاکستان کیلئے مکمل مسوّدہ آئین بعنوان "مسوّدہ آئین خلافت پاکستان" شائع کیا۔ جس کو آپ دسمبر ۱۹۵۲ء کے اردو روزنامہ جات "احسان" اور "زمیندار" کے علاوہ انگریزی اخبار "سول اینڈ ملٹری گزٹ" کی اشاعت ۱۳ر جنوری ۱۹۵۳ء میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ میں نے صرف اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ تحریک تحفّظِ ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی ناکامی کے بعد بمصداق ع

"امتحاں را نیست جز بکرّاری حیات"

اکابر علماء اہل حدیث، علماء دیوبند، علماء سوادِ اعظم اہل سُنّت و جماعت اور امیر جماعتِ اسلامی کو خصوصی دعوت دے کر "پلٹ کر حملہ کرنے کے لئے" ایک انقلابی پروگرام مرتب کرنے کی دعوت دی۔ اس کے بعد ۱۹۵۸ء میں پنجاب یونیورسٹی اور حکومت پنجاب کی مشترکہ مساعی سے منعقد ہونے والی "اسلامک کالوکیم" (مذاکرۂ اسلامیہ) میں تمام مکاتیب و مسالکِ فکر کی ترجمانی کرتے ہوئے ایک اجماعی نقطۂ نگاہ پیش کیا۔ غرضیکہ ملّت کے اجتماعی مفاد کے لئے مسلسل جدوجہد کرتا رہا ہوں۔

۱۹۶۶ء کی نیشنل کانفرنس ہو یا ۱۹۶۸ء کی تحریک بحالیٔ جمہوریت، میرا مؤثر تعاون ہمیشہ شاملِ حال رہا ہے اور ابھی کل ہی کی بات ہے کہ ملک کی تمام جماعتوں نے "آل پاکستان نیشنل کنونشن" میں مجھے متفقہ طور پر کنوینر مقرر کیا تھا۔ بہرحال تحریک بحالیٔ جمہوریت ہو یا تحریک احیائے دین میرا کردار ہر کہ و مہ اور دوست و دشمن کے سامنے واضح ہے۔

بنابریں آپ کے بغضِ باطن کا یہ مظاہرہ کہ "ان (اکتیس ۳۱) علماء میں نیازی اور نورانی جیسی "نابغہ روزگار" ہستیاں شامل نہ تھیں کہ ان کا میدانِ کار نرالا رہی اور ہے" بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ آپ سوادِ اعظم کی بیداری اور استحکام سے اپنے آپ کو "نعل در آتش" محسوس کرتے ہیں۔

مندرجہ بالا دو نکات مرتبہ اکتیس[۳۱] علماء کے مقابلہ میں ہمارا سہ نکاتی فارمولا زیادہ واضح، جامع اور مفصل ہے۔ شرعی انقلاب کے لئے اس کی اہمیت کا استخفاف معترض کی انانیت تنگ نظری اور کور ذوقی کی علامت ہے۔ اور اس کی بابت حکیم الاُمت حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا مندرجہ ذیل ارشاد برہان قاطع کا درجہ رکھتا ہے ؎

شبنمِ ما در نگاہِ ما یم است   از نگاہِ اُو یم ما شبنم است
مکتب و مُلّا و اسرارِ کتاب   کور مادر زاد و نورِ آفتاب

آپ کو بھی یہ دیکھنا چاہیئے تھا کہ اس جماعت کا نمائندہ اپنے حریفوں کو دعوت اتحاد و تعاون دے رہا ہے۔ جس کے خلاف آپ لوگوں نے کینہ توزی، عناد اور افترا بازی کا طوفان بدتمیزی کھڑا کر رکھا ہے۔ تقویۃ الایمان، فتاویٰ نذیریہ، ترک اسلام، یک روزہ، اقامت البرہان، الدرر النضید، کشف الشبہات، کتاب التوحید، صراط مستقیم اور فتاویٰ حدیثیہ وغیرہ کتب کی دل آزار، زہرہ گداز اور جگر پاش تحریروں کی موجودگی میں تحریف، انحراف، زندقہ، الحاد اور اعتزال کے علمبرداروں کو مصالحانہ طرزِ عمل اختیار کرنے کی تلقین سوادِ اعظم کی وُسعتِ قلبی، دور اندیشی اور بالغ نظری کی دلیل ہے۔ وگرنہ جو شخص یہ کہے کہ "سرورِ کائنات علیہ السلام کو پکارنا، شفیع المذنبین سمجھنا، ختم پڑھنا، صورتِ مُبارکہ اور قبر شریف کا تصوّر کرنا، حاجت روا، صاحب تصرف، مختار جملہ صفات کو باذن اللہ تعالیٰ بعطاءِ الٰہی ماننا شرک ہے۔ اور شرک بھی ابو جہل جیسا شرک" (کتاب التوحید ص: ۱۷۵)

۲۔ "شافع محشر علیہ التحیۃ والثناء سے استغاثہ طلب کرنا شیطانی فعل ہے۔ اور شرک ہے"
(الدُرر النضید ص: ۶۰، ۶۲ و کشف الشبہات ص: ۲۴)

۳۔ "رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرنا شرک ہے۔" (الدُرر النضید ص: ۳۶، ۵۱)

۴۔ "نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وسلم مر کر مٹی میں مل گئے۔" (تقویۃ الایمان ص: ۶۱)

۵۔ "الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھنے والا بدعتی اور گنہگار ہے۔"

(اہل حدیث امرتسر ص ۱۲ ، ۸ ر اکتوبر ۱۹۱۵ء)

۶۔ "شیخ یا اس جیسے بزرگوں کی طرف خواہ رسالت مآب ہی ہوں، اپنی ہمت یعنی خیال کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے بُرا ہے"۔

(صراطِ مستقیم، فارسی ص ۸۶)

۷۔ "آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار شریف کی تعظیم کرنا کفر و شرک ہے" (الدر النضید ۵۹)

۸۔ " صاحب لولاک علیہ افضل الصلاۃ والسلام کی قبر مبارک بُت ہے"۔

(ایضاً ص: ۱۷، ۵۹، ۶۲)

۹۔ "نقشبندی، سہروردی، قادری، اور چشتی کہلانا بدعاتِ کفریہ ہیں"۔

(تذکیر الاخوان ص ۵)

۱۰۔ "اللہ چاہے تو کروڑوں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جیسے پیدا کر سکتا ہے" (تقویۃ الایمان ص ۱۶)

ہم نے دل پر پتھر رکھ کر یہ حوالے پیش کیے ہیں۔ وگرنہ آپ کی کُتبِ معتبرہ سے بیسیوں مزید ایسے حوالے نقل کئے جا سکتے ہیں جن سے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم، انبیاء کرام علیہم السلام، خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم، اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اور خود مالک حقیقی اللہ تعالیٰ کی شان میں صریحاً گستاخی، دیدہ دلیری اور توہین ثابت ہے۔ اور تو اور آپ کے ۱۶ ر جولائی کے پرچہ میں شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے صفحہ اوّل پر درج کیا گیا ہے:

"ہر وہ شخص جو شہر اجمیر یا سالار مسعود کی قبر کی یا کسی ایسی ہی دوسری جگہ (سرہند، پاکپتن، بغداد، گنج بخش وغیرہ) حاجت طلب کرنے جاتا ہے وہ ایسے شدید گناہ کا مرتکب ہوتا ہے جو قتل اور زنا سے بھی بڑا ہے۔ اور یہ شخص اپنے جرم میں ویسا ہی ہے جیسے کوئی خود بنائی ہوئی چیز کی عبادت کرتا یا لات و منات سے دُعائیں مانگتا ہے"۔

اس عبارت میں واوین کے اندر سرہند اور پاکپتن وغیرہ آپ کی جانب سے اضافہ ہے۔ اس طرح آپ نے تمام اہل سنّت و جماعت کو ایسے شدید گناہ کا مرتکب ٹھہرایا ہے جو قتل و زنا سے بڑھ کر ہے۔ باقی جہاں تک مزارات کی حاضری اور عرس منانے کا تعلق ہے، اس کی تائید صراط مستقیم ص: ۶۳، ۶۴ کی عبارات سے ملتی ہے جس میں انہوں نے "اموات کے فاتحوں، عرس اور نذر و نیاز کو مستحسن قرار دیا ہے"۔ نیز اسی صراط مستقیم ص: ۱۹۱ پر لکھا ہے:

"حضرت سیّد صاحب، حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرّہ العزیز کی بیعت، برکت اور آنجناب ہدایت مآب کی توجہات کے یمن سے حضرت غوث الثقلین اور جناب حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند کی روحِ مقدس آپ کے متوجہ حال ہوئیں"۔

مگر اس کے باوجود آپ کے فرقے کی جانب سے سوادِ اعظم کے عقائد، اعمال اور اشغال و اوراد کو ہمیشہ ہدف طعن و تشنیع بنایا جاتا ہے۔ ایک طرف آپ کے اکابر ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو مر کر مٹی میں مل جانا بتا رہے ہیں اور دوسری طرف منصب امامت فارسی ص: ۱۲، ۱۳ میں آپکو "نور مجسّم" قرار دے رہے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس نواب صدیق حسن خان حظیرۃ القدس ص: ۳۷۶ میں نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ افروزی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

كَانَتْ لِآدَمَ اَرْضُ الْهِنْدِ مُنْهَبِطًا
وَفِيْهِ نُوْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ مشعولٌ

نیز اکابر علماء دیوبند کی تحریروں میں ہم یہ بھی پڑھتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ابلیس اور عزرائیل کا علم زیادہ ہے"۔ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب بڑے بھائی جتنا کرو"۔ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کو صبی، مجنون اور بہائم سے نسبت دی گئی ہے، مگر ساتھ ساتھ المہنّد کی عبارات میں ایسے کہنے والوں کو قطعی کافر بھی کہا گیا ہے۔

اندریں حالات ہم حیران ہیں کہ ان نگارشات کی بابت کونسا نقطہ نظر قائم کریں۔ مصیبت یہ ہے کہ ہر فرقہ اپنے آپ کو برحق گردانتا ہے اور اپنے علاوہ دوسروں کو ضالّ اور مُضلّ قرار دیتا ہے۔

مگر اس کے مقابلہ میں سوادِ اعظم اہلسنّت و جماعت کا مؤقف یہ ہے کہ نیم برِاعظم پاک و ہند میں محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر ۱۸۶۸ء تک ہمارے مسلک کی حکومت رہی ہے۔ آخری گیارہ سال میں اگرچہ فوجی قوت ہم سے چھن گئی تھی، مگر انگریز بھی بامرِ مجبوری ہمارے قاضیوں اور مفتیوں کے عدالتی فیصلوں کا محتاج تھا۔ باقی فرقے بعد میں پیدا ہوئے ہیں اور اسی دورِ زوال میں خارجی اثرات کے ماتحت امکانِ کذب، امتناعِ نظیر، علمِ غیب، حاضر و ناظر وغیرہ مسائل پیدا کئے گئے۔ اگرچہ حاجی امداد اللہ مہاجرِ مکّی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ "فیصلہ ہفت مسئلہ" میں ایک معقول حل پیش کیا ہے، مگر ان کے اپنے متّبعین خود رائی اور انانیّت پر قائم ہیں۔ بہر حال ہمارا طریقِ کار یہ ہے کہ سوادِ اعظم سے کٹ جانے والوں کو اقل قلیل پروگرام پر دعوتِ اتحاد و تعاون دی جائے۔ اور مستقل وابستگی کی خاطر بطرزِ احسن تذکیر و موعظت کے ذریعے کٹ جانے والوں کو مرکزِ ثقل پر واپس لایا جائے۔

"پاکستانی سیاست کے المیہ" کے عُنوان سے آپ نے فتنۂ تکفیر و غداری کا رونا رویا ہے۔ جہاں تک ہماری جماعت کا تعلق ہے ہم نے اپنے پلیٹ فارم سے ہمیشہ ایسے تخریبی رجحانات کی مُذمّت کی ہے۔ بلکہ اپنے مخالفین کیلئے بھی "کلمۂ سواء" بیان کیا ہے۔ اور جس حد تک جو فرقہ تعاون کر سکتا ہے بطیبِ خاطر اس کے تعاون کو قبول کرنے کا اعلان کیا ہے۔ مگر یہاں سوال تابع اور متبوع کا نہیں، بلکہ جُز و کل کا ہے۔ ہمارا تصوّر اجماعی، انجذابی اور ہمہ گیر ہے۔ باقی انفعالی اور نامکمل تعبیر پیش کرتے ہیں یعنی ہمارا تصوّر INCLUSIVE & COMPREHENSIVE ۔ اور آپ کا EXCLUSIVE & INCOMPLETE ہے جس کی تفصیل منسلکہ خط میں آچکی ہے۔ "متحدہ جمہوری محاذ" میں شامل تمام جماعتوں کو ہم بلا تخصیص محبِّ وطن قرار دیتے ہیں۔ جو شخص شرحِ صدر کے ساتھ نظریہ پاکستان کو قبول کرتا ہے اُسے غدّار کہہ کر مسترد کرنے کا کسی کو اختیار نہیں۔ اس عنوان کے آخر میں آپ نے زعماء جمعیۃ علماء اسلام کی زبانی سابق امیر جماعتِ اسلامی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے خلاف، صحابہ، ازواجِ مطہرات رضی اللہ

عنہم اجمعین اور اکابر اسلام رحمہم اللہ علیہم کی شان میں گستاخی کا اشارہ کیا ہے۔ گویا آپ کے خیال میں مولانا موصوف پر یہ الزام غلط ہے۔ اگر آپ نے ”خلافت و ملوکیت“ کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا ہوتا، سورۂ تحریم کی تفسیر میں ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ علیہن اجمعین اور خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت سورۃ والضحیٰ، سورۂ نصر اور سورۂ فتح میں مودودی صاحب کے ارشادات عالیہ کا مطالعہ فرمایا ہوتا تو آپ مولینا غلام غوث ہزاروی وغیرہ کو ہدفِ تنقید نہ بناتے۔ مگر جہاں تک ہمارے طرزِ عمل کا تعلق ہے، ہم ناموسِ صحابہ، ازواجِ مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ کے تحفظ کی خاطر تنقید ضرور کرتے ہیں۔ ”مگر سہ نکاتی فارمولا“ کی بنیاد پر ان کو نظر انداز نہیں کرتے بلکہ ان کی اصلاح کی کوشش کرتے ہیں۔

بغلی سرخی ”جمعیت علماء پاکستان“ کے تحت آپ نے لکھا ہے ”پاکستان کی ملکی سیاست میں مذہبی تعصب بڑھ رہا ہے اور ہماری قطعی رائے ہے کہ جب تک مذہبی تعصب ختم نہ ہو، رواداری اور برداشت کی فضا پیدا نہ ہو، پاکستان میں اسلامی آئین کے نفاذ کا خواب کسی صورت شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا۔“ ہمیں اس سے سو فیصدی اتفاق ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہم نے ہمیشہ ایک طرف تو ”جارحین“ کے الزامات کا بفحوائے آیت کریمہ: ”اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّكَ بِالۡحِكۡمَةِ وَالۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ وَجَادِلۡهُمۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ ؕ“ باوقار طریقہ سے جواب دیا ہے۔ اور دوسری طرف کمیونزم، سوشلزم، ماؤازم اور بیہیویرزم (BEHAVIOURISM) کے مقابلہ کے لئے ”سہ نکاتی فارمولا“ پر تمام سیاسی و مذہبی جماعتوں کو اتحاد و تعاون کی دعوت دی ہے۔ میرے تمام رفقاء اسی پالیسی پر گامزن ہیں۔

جمعیت علماء پاکستان کے سٹیج پر لامحالہ اپنے مسلک کی صحت، برتری، فوقیت، جامعیت، کاملیت، ہمہ گیری اور عالمگیریت پیش کی جاتی ہے۔ مگر ساتھ ساتھ عہد حاضر کے فتنوں کی نشاندہی کر کے ”قَاتِلُوا الَّذِیۡنَ یُقَاتِلُوۡنَكُمۡ كَآفَّةً“ کا درس دیا جاتا ہے۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ مقامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ اور نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کی بات بھی نہ

کی جائے۔ تو یہ سراسر زیادتی ہے۔ تمام فرقے "سوادِ اعظم" سے انحراف کرتے ہوئے اپنی اپنی گروہ بندیوں میں مست ہیں۔ ہم اپنی متاعِ گم گشتہ کی بازیابی اور اغوا شدہ افراد کو صراطِ مستقیم پر واپس لانے کی جدوجہد ترک کر دیں تو ہمارا اپنا وجود خطرہ میں پڑ جائے گا۔ اس دفاعی اقدام پر اعتراض کرنے والوں کا مقصد صرف یہ ہے کہ ڈاکو سوادِ اعظم کے قلعے میں نقب زنی کرتے رہیں، سارقانہ چھاپے مارتے رہیں اور ہم رنگِ زمین دامِ فریب بچھا کر بھولے بھالے عوامِ اہلسنّت کو ورغلاتے رہیں —— ظاہر ہے ہم گھر والے اپنی حفاظت کے لئے جدوجہد نہ کریں تو یہ خود فراموشی بلکہ خودکشی کے مترادف ہے۔ باقی رہا ملکی سیاست میں حصہ لینے اور اسلام کی اعلیٰ قدروں کو دستبرد سے بچانے کا کام تو اس میں ہم اپنے مخالفین سے تعاون کے لئے تیار ہیں۔ اور اسی مقصد کی خاطر سہ نکاتی فارمولا پیش کیا ہے۔

آخر میں آپ نے مجھے اور میرے پیر و مرشد کو تنہائی میں دعوتِ فکر دی ہے۔ میرے پیر و مرشد امامِ ربانی مجدّد الفِ ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ انہوں نے اپنے زمانے میں جابر و قاہر سلاطینِ وقت کا مقابلہ کیا ہے۔ اور یہ خاکسار بھی بقدرِ استطاعت اسی راہ پر گامزن ہے۔ عہدِ حاضر میں میں نے فلسفۂ اقبال کو اپنایا ہے۔ اس لئے حق کی خاطر بے خوف و خطر معرکہ آزما ہوں اور اعلان کرتا ہوں ؎

رہے ہیں اور ہیں فرعون میری گھات میں اب تک،
مجھے کیا غم کہ میری آستیں میں ہے یدِ بیضا

پچاسی ۸۵ اور نوّے ۹۰ فیصد کی حقیقت سے چشم پوشی کرتے ہوئے آپ نے اپنے واہمہ کی بنا پر عجیب قسم کے اعداد و شمار پیش کئے ہیں اور بغیر کسی واضح ثبوت کے دروغِ بے فروغ اور بے بنیاد پراپیگنڈہ کی بنیاد پر مزعومہ مقامات ہمارے نام سے خود ساختہ تقریروں کا سہارا لے کر دجل و تلبیس کا تار و پود تیار کیا ہے۔ ہم نے کسی جلسے میں دوسرے فرقوں کو نظر انداز نہیں کیا۔ بلکہ سوادِ اعظم کو کہا ہے کہ ملک میں شرعی انقلاب بپا کرنے کی اصل ذمہ داری تمہاری ہے۔ تم آگے بڑھو اور میدانِ عمل میں نکل کر دوسروں کو ساتھ ملاؤ۔ بے شک تم اکثریت میں ہو۔ مگر جب تک بارہ آنے میں

چونّی شامل نہیں ہو پاتی روپیہ نہیں بن سکتا۔ افسوس ہے آپ نے زیارۃ القبور اور ایصالِ ثواب کا مذاق اڑایا ہے۔ حالانکہ انگریز کی عملداری سے پہلے تمہارے اکابر تمام تقریبات کے نہ صرف قائل تھے بلکہ ان کا اہتمام بھی کیا کرتے تھے۔ انگریز نے اہلسنّت وجماعت کی مرکزیّت کو فنا کرنے کے لئے جہاں نجدیوں کو آلۂ کار بنایا، وہاں ہندوستان میں ان کے "ہم مسلک گماشتوں" سے تخریب کاری اور فتنہ انگیزی کا کام لیا ہے۔ جسے آپ "ریوڑ" کہتے ہیں وہ بفضلہٖ تعالیٰ منظم لشکر بن رہا ہے۔ اب "بھیڑنما بھیڑیوں" کو انشاء اللہ اس ریوڑ پر دست درازی کا موقعہ نہیں مل سکے گا۔

آخر میں آپ نے خیالی پلاؤ پکاتے ہوئے سوادِ اعظم کو چالیس فیصد نیابت دی ہے اور فرقہ مبتدعہ کو ساٹھ فیصدی شمار کیا ہے۔ اور پھر ہمارے چالیس فیصدی حصہ میں بھی منکرین حدیث، اباحت پسندوں کمیونسٹوں کو شامل کر لیا ہے۔ گویا شیعوں، وہابیوں، دیوبندیوں، گلابی وہابیوں اور اہل قرآن میں ایک بھی کمیونسٹ یا اباحت پسند شامل نہیں ہے۔ "شیخ چلّی" کی اتباع میں خیالی پلاؤ پکانے والوں کو میں یاد دلانا چاہتا ہوں کہ گذشتہ انتخابات میں بحیثیتِ مجموعی بھٹو پارٹی کے بعد سب سے زیادہ ووٹ ہماری جماعت کو ملے تھے۔ اب بفضلہٖ تعالیٰ ہم زیادہ منظم ہیں اور دنیا کی کوئی طاقت ہمیں اپنے معزز و باوقار مرتبہ سے نیچے نہیں گرا سکتی۔

آگے چل کر آپ نے "تقویۃ الایمان کی ضبطی کا مطالبہ" کے ماتحت الزام تراشا ہے کہ ہم اس کتاب کو ضبط کرانے کے درپے ہیں۔ یہ "ایجادِ بندہ گرچہ گندہ" کے مصداق ناپاک الزام ہے۔ اگر ملک میں کوئی روپڑی یا شیخوپوری عقائدِ اہلسنّت وجماعت کے خلاف بازاری زبان بے لگام استعمال کرتا ہے اور اس کے جواب میں سانگلہ ہل سے یا اچھرہ سے کوئی آواز اٹھتی ہے تو اس پر واویلا کیوں کیا جاتا ہے۔ "البادی اظلم" مشہور حقیقت ہے۔ جب روڑا پھینکنے والے کے سر پر "کلوخ انداز را پاداش سنگ است" کے مصداق جوابی حملہ ہوتا ہے تو آہ و بکا اور چیخ و پکار کیوں؟ آپ کو اگر گیارھویں پہ اعتراض ہے اس کا انعقاد نہ کریں۔ محفلِ میلاد سے آپ خفا ہیں تو اس میں شریک نہ ہوں۔ ایصالِ ثواب سے چڑ ہے تو اس کا اہتمام

نہ کریں۔ آپ ان تقریباتِ حسنہ کے قائلین اور منتظمین سے کیوں الجھتے ہیں۔ اپنا مثبت کام کیجئے دوسروں کے پھٹے میں ٹانگ اڑانے سے کیا فائدہ! آپ نے خود کو "اہلِ توحید" قرار دیا ہے تو کیا رسالت توحید سے منقطع ہے۔ اس قسم کی توحید کا نعرہ تو ابلیس نے بھی لگایا تھا۔ مگر وہ رسالت کی عظمت کا منکر تھا۔ کہیں آپ بھی خدانخواستہ اسی قسم کی حماقت کا ارتکاب تو نہیں کر رہے ہیں؟

ہم "تقویۃ الایمان" جیسی کتابوں کی ضبطی کا مطالبہ نہیں کرتے۔ کیونکہ انہی کتب کی بدولت آپ کا تشخص قائم ہے۔ گاؤخر کے خیال کی (بحوالہ صراطِ مستقیم فارسی ص: ٨٦) برتری اور "روضۂ اطہر" کو "صنمِ اکبر" کہنے کی عبارت نما حماقت نیز "عَصَائِیْ اَنْفَعُ مِنْ مُحمّدؐ" کی خیرہ چشمی سے ہی تو آپ کا امتیازی وجود قائم ہے۔ یہ کتاب باقی رہے گی تو "سوادِ اعظم" اپنے خیر خواہوں سے خبردار رہے گا۔ بصورتِ دیگر "ہر گرگ باراں دیدہ" برۂ معصوم کا لباس اوڑھ کر ہمیں دھوکہ دیتا رہے گا۔

اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کس احمق نے کیا ہے؟ جب ہم "سہ نکاتی فارمولا" پر تمام احزاب و فِرق کو تعاون کی دعوت دے رہے ہیں تو اقلیت قرار دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ برسرِ عام مناظرہ بازی، مبارزت طلبی اور تھکا فضیحتی جیسے تلخ انداز کو ترک کر کے علمی و تحقیقی انداز میں ہر شخص اپنے نقطۂ نگاہ کو پیش کرے۔ اگر تقریر کی بجائے تحریر کو افہام و تفہیم کا ذریعہ بنایا جائے تو بہتر نتائج پیدا ہونے کی توقع رکھی جاسکتی ہے۔

میرا یہ نقطۂ نگاہ آج کا نہیں، جب سے ہوش سنبھالا ہے اسی پر گامزن ہوں۔ آپ نے زمانۂ ماضی کے جس نیازی کی تعریف کی ہے وہ سوادِ اعظم میں اتنا با اثر پہلے نہ تھا، جتنا آج ہے۔ خیال فرمائیں جس "سہ نکاتی فارمولا" کو میں نے سوادِ اعظم کی جانب سے پیش کیا ہے۔ کیا عام حالات میں آپ ہمارے مسلک کے کسی عالمِ دین سے ایسی توقع رکھ سکتے تھے۔ ہمارے علماء تو نجدیوں وہابیوں، گلابی وہابیوں اور گستاخانِ رسالت کے ساتھ مصافحہ کے روادار بھی نہ تھے۔ جمعیت علماء پاکستان کے قائدین کی ہوشمندی، بالغ نظری، دُور اندیشی، وسعتِ قلبی اور انتھک مساعی

کا نتیجہ ہے کہ آپ کو مشترکہ پلیٹ فارم پر جمع ہونے کی دعوت دی جا رہی ہے ۔

پچھلے دنوں "ضیائے حرم" کا نمائندہ جب انٹرویو کے لئے میرے پاس آیا تو اس کے آخری سوال "ملک کی صورتِ حال تو یہ ہے کہ خود کو دین سے وابستہ اور اس کے خادم کہنے والوں میں شدید اختلافات موجود ہیں، ایسی حالت میں آپ سوشلزم، کمیونزم اور اس طرح کے لادینی نظریات کے مقابلہ میں اسلام کی سیادت وقیات جیسے پاکیزہ مقصد کو کیسے حاصل کر سکیں گے؟"

اس کے جواب میں میں نے عرض کیا، "ہم اپنے طور پر اتحاد بین المسلمین کے لئے کوشش کر رہے ہیں ۔ میرا ذاتی نظریہ یہ ہے کہ اگر سوادِ اعظم اہلسنّت وجماعت ایک قُوت کی حیثیت اختیار کر لیں تو دوسرے فرقے از خود ان سے متحد ہونے کی کوشش کریں گے، جو متحد نہ ہوں گے دب اثر ہو جائیں گے" ۔

یہ مقصد حاصل کرنے کے لئے میرے نزدیک اُن اصولوں کو اپنانا چاہیئے :

اسلامی شریعت تعزیراتِ اسلامی کا فوری نفاذ، اس شرط پر کہ مسلمانوں کے تمام فرقے اپنی اپنی فقہ کے مطابق فیصلہ کرنے کے مجاز ہوں (اور پرسنل لاء کی ضمانت ہو ۔)

اسلامی معیشت غربت اور محرومی کا فوری انسداد اور کامل مساوات کا نفاذ ۔

اسلامی معاشرت اس اصول کو دل سے مانا جائے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے کی تہذیب ہماری تہذیب ہے ۔

"کسی فرقے کے لوگ دوسرے فرقے کی بر سرِ عام تکفیر نہ کریں ۔ ایک ضابطۂ اخلاق مرتب کیا کیا جائے اور سب اس پر عمل کرنے کا پختہ عہد کریں ۔

مخلص اور دیانتدار قیادت کے لئے کوشش کی جائے ۔ در اصل قیادت کی خرابی ہی عوام کی خرابی کی صورت میں ظاہر ہو رہی ہے ۔"

(ضیائے حرم، ۱۵ اگست ۱۹۷۶ء)

حرمین کے اماموں پر فتویٰ اس عنوان کے تحت آپ نے مولانا مفتی سید شجاعت علی صاحب قادری کے فتوے اور اس کی تائید میں شبیر احمد صاحب ہاشمی کے بیان کے

ساتھ ساتھ مولوی عبداللہ سرسنگھی اور مولوی مختار احمد گجراتی کی قصور میں "ڈھاٹہ اور جنگھاڑ" پر بھی واویلا کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مقدس مقامات کے اماموں (امامین حرمین شریفین) کے پیچھے نماز نہ پڑھنا بہت بڑا جرم تھا۔ فتویٰ دینے والوں نے آپ کے خیال کے مطابق فتنہ انگیزی کی ہے، بلکہ آپ نے انھیں شرانگیز، و بدزبان مُلّا قرار دیا ہے اور پھر ہم سے گلہ کیا ہے کہ ہم نے اِن مُلّاؤں کو کیوں نہیں ٹوکا اور اسی سلسلہ میں امامین حرمین شریفین کے خلاف فتوائے کُفر کی بابت ہماری جماعتی پالیسی دریافت کی ہے۔

کیا آپ کو یہ معلوم نہیں کہ نجدی وہابی علماء خاص طور پر محمد بن عبدالوہاب نجدی کے متعلق اہلسنت وجماعت کا نقطۂ نظر کیا ہے۔ تاریخی واقعات کیا ہیں، اور علماء دیوبند کی رائے کیا ہے۔ (۱) "جس وقت سنہ ۱۸۵۳ء میں سعود بن عبدالعزیز فاتح کی حیثیت سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوا۔ تاآنکہ مکہ کے تمام مشاہد اور قُبے زمین کے برابر کر دیے گئے، کعبہ کے جواہر اور قیمتی ذخیرے فاتحین میں تقسیم کر دیے گئے، مجاور قتل کر دیے گئے اور حرم کے غلاف پھاڑ دیے۔" (حوالہ سوانح سلطان ابن سعود ص: ۴۸، مصنفہ سردار محمد حسنی "محمد بن عبدالوہاب نجدی ص: ۷۳)

(۲) "محمد بن عبدالوہاب نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء و مرسلین و اولیا کی شان میں تنقیص کی اور ان کی قبریں کھود ڈالیں۔" (الدُّرَرُ السَّنیّہ ص: ۵۹، سطر: ۱۸ و ۱۹)

(۳) "بہت سے علماء و صالحین اور عوام مصلحین کو محمد بن عبدالوہاب نجدی نے اس بات پر قتل کر دیا کہ انھوں نے اس کی بدعت (نجدیت، وہابیت) کی موافقت نہیں کی۔" (ایضاً: ص: ۵۳)

(۴) "سنہ ۱۸۰۳ء کے اختتام پر مدینہ بھی سعود کے قبضہ میں آگیا۔ مدینہ لے کر اس کے مذہبی جوش میں یہاں تک اُبال آیا کہ اس نے اور مقبروں سے گذر کر خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار کو بھی نہ چھوڑا اور اس چادر کو اٹھا دیا جو کہ آپکی قبر مقدس پر پڑی تھی۔" (حیات طیبہ ص: ۲۰۹ از مرزا حیرت دہلوی)

(۵) "سنہ ۱۲۱۶ھ میں سعود بن عبدالعزیز نجدی تمام نجد، جنوب حجاز اور تہامہ سے ایک لشکر جرار لے کر کربلا کے ارادہ سے چلا اور بلدۃ الحسین کے باشندوں پر حملہ کیا۔ ان پر دھاوا بول دیا۔ اس کی دیواروں پر چڑھ گئے۔ اکثر باشندوں کو گھروں اور بازاروں میں تہہ تیغ کر دیا اور اُس قُبّہ کو جو ان کے اعتقاد

کے مطابق حسین رضی اللہ عنہ کی قبر پر بنایا گیا تھا، منہدم کر دیا، قبّہ اور اس کے آس پاس چڑھاوے کی تمام چیزیں لے لیں۔ قبّہ زمرّد، یاقوت اور جواہر سے مُرصّع تھا اور اس کے علاوہ دو ہزار آدمی قتل کیے گئے۔" (سوانح سلطان ابن سعود ص : ۴۴، ۸۴، محمد عبد الوہاب نجدی ص : ۶۹)

(۶) "چہ دلاور ست دزدے کہ بکف چراغ دارد" کے مصداق آپ کے اسی پرچہ میں صفحہ ۷ پر بعنوان "شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب" آپ نے بڑے فخر کے ساتھ یہ لکھا ہے کہ "شیخ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ جبیلہ پہنچے اور قبّہ زید بن خطابؓ جس کی لوگ پرستش کر کے گمراہ ہوتے جا رہے تھے، کو بذاتِ خود کدال لے کر ڈھا دیا۔"

آپ زیارۃ القبور کو پرستش اور ایصالِ ثواب کو شرک کہتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے صحابی کی نشانی کو گرا کر بے حرمتی اور گستاخی کا نام توحید قرار دیتے ہیں۔ یہی کچھ ابلیس لعین نے سیدنا حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی توہین کر کے توحید کی آڑ میں کیا تھا۔ فرق کوئی نہیں ع "بریں عقل و دانش بباید گریست"

عُلمائے دیوبند کی رائے

(۱) مولوی خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی: "ان (ابن عبد الوہاب نجدی) کا عقیدہ یہ تھا کہ بس وہ ہی مسلمان ہیں اور جو ان کے خلاف ہوں وہ مشرک ہیں۔ اس بنا پر انہوں نے علماء اہلسنّت کا قتل مباح سمجھ رکھا تھا۔" (التصدیقات لرفع التلبیسات، معروف بہ المہنّد ص : ۱۳)

نوٹ : اس کتاب پر شیخ الہند دیوبند مولانا محمود حسن صاحب، حکیم الامتِ دیوبند مولانا اشرف علی صاحب تھانوی جیسے اکابر دیوبند کے تصدیقی دستخط موجود ہیں۔" (ایضاً)

(۲) مولانا سید انور شاہ کاشمیری، شیخ الحدیث دیوبند :

"اما محمد بن عبد الوہاب النجدی فانہ کان رجلا بلیدا قلیل العلم فکان یتسارع الی الحکم بالکفر" یعنی محمد بن عبد الوہاب نجدی ایک کم علم اور کم فہم انسان تھا اور اس لئے کفر کا حکم لگانے میں بے باک نہ تھا۔ (مقدمہ فیض الباری)

(۳) مولانا حسین احمد مدنی، شیخ الحدیث دیوبند:

(ا) "محمد بن عبدالوہاب کا عقیدہ یہ تھا کہ جملہ اہل عالم تمام مسلمانانِ دیار مشرک و کافر ہیں۔ ان سے قتال کرنا، ان کے اموال کو چھین لینا جائز بلکہ واجب ہے"۔

(ب) "زیارت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم وحاضری آستانہ شریف و ملاحظہ روضۂ مطہرہ کو یہ طائفہ بدعت و حرام کہتا ہے۔"

(ج) "شانِ نبوت و ——— رسالتِ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں ——— توسّل دُعا میں آپ کی ذات پاک سے بعد وفات ناجائز کہتے ہیں۔ ان کے بڑوں کا مقولہ ہے۔ نقلِ کفر کفر نہ باشد، کہ ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ذات سرورِ کائنات علیہ الصلاۃ والسلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے۔ ہم اس سے کُتے کو بھی دفع کر سکتے ہیں اور ذات فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تو یہ بھی نہیں کر سکتے۔"

(د) "وہابیہ خبیثہ کثرت صلوٰۃ وسلام درود بر خیر الانام علیہ السلام اور قرأتِ دلائل الخیرات وقصیدۂ بردہ همزیہ وغیرہ کو سخت قبیح اور مکروہ جانتے ہیں"۔

الحاصل وہ (ابن عبدالوہاب) ایک ظالم، باغی، خونخوار فاسق شخص تھا۔ (الشہاب الثاقب، ص: ۵۰ تا ۵۲)

نوٹ: مولانا حسین احمد صاحب مدنی کی وفات پر اکابر علماء اہل حدیث نے خراج عقیدت پیش کیا۔ مولانا سید محمد داؤد غزنوی مولانا محمد اسمٰعیل سلفی گوجرانوالہ اور مولانا محمد صدیق لائلپوری نے غائبانہ نماز جنازہ ادا کی اور تعزیت کی قراردادیں پاس کیں۔

(۴) مولانا حسین احمد مدنی کی کتاب "الشہاب الثاقب" کے مندرجہ ذیل اقتباسات وہابیہ نجدیہ کے متعلق سوادِ اعظم اہل سُنّت کے نقطۂ نگاہ کو بالکل واضح، غیر مبہم اور صاف الفاظ میں پیش کرتے ہیں:

"وہابیہ کسی خاص امام کی تقلید کو شرک فی الرسالت جانتے ہیں اور ائمۂ اربعہ اور اُن

کے مُقلّدین کی شان میں الفاظ ناشائستہ وخبیثہ استعمال کرتے ہیں اور اسی وجہ سے مسائل ہیں وہ گروہِ اہلِ سُنّت وجماعت کے مخالف ہو گئے۔ چنانچہ غیر مقلدینِ ہند اسی طائفہ شنیعہ کے پیرو ہیں۔ وہابیہ نجد اگرچہ بوقتِ اظہار دعوی حنبلی ہونے کا کرتے ہیں، لیکن عمل درآمد ان کا ہرگز جملہ مسائل میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر نہیں ہے۔ بلکہ وہ بھی اپنے فہم کے مطابق جس حدیث کو مخالف فقہِ حنابلہ خیال کرتے ہیں اس کی وجہ سے فقہ کو چھوڑ دیتے ہیں۔ ان کا بھی مثل غیر مقلدین اکابرِ اُمت کی شان میں الفاظِ گستاخانہ و بے ادبانہ معمول ہے۔"

(الشہاب الثاقب ص: ۶۲، ۶۳، مطبوعہ دیوبند)

"وہابیہ نجدیہ کا یہ اعتقاد ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے واسطے حیاتِ فی القبور ثابت نہیں بلکہ د، بھی مثل دیگر مسلمین متصفِ بالحیوۃ البرزخیہ اسی مرتبہ سے ہیں۔ پس جو حال دیگر مومنین کا ہے وہ ہی اُن کا ہو گا۔ یہ جملہ عقائد ان لوگوں پر بخوبی ظاہر و باہر ہیں جنہوں نے دیارِ نجد و عرب کا سفر کیا ہو یا حرمین شریفین میں رہ کر ان لوگوں سے ملاقات کی ہو یا کسی طرح سے ان کے عقائد پر مطلع ہوا ہو۔ یہ لوگ مسجد نبوی شریف میں آتے ہیں تو نماز پڑھ کر نکل جاتے ہیں اور روضۂ اقدس پر صلوٰۃ وسلام و دُعاء وغیرہ پڑھنا مکروہ و بدعت شمار کرتے ہیں۔ انہی افعالِ خبیثہ و اقوالِ واہیہ کی وجہ سے اہل عرب کو ان سے نفرت بے شمار ہے"۔

(الشہاب الثاقب ص: ۶۵، ۶۶)

یہ طویل اقتباسات محض اس لئے پیش کئے گئے ہیں کہ آپ کے "برادرانِ علاتی" جو کئی اعتقادی مسائل میں آپ سے اتفاق رکھتے ہیں امامین حرمین شریفین کی بابت کیا فتویٰ صادر فرما رہے ہیں۔ آپ جن کی امامت پر اصرار کر رہے ہیں ان میں سے امام ابن سبیل صاحب نے شاہی مسجد میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ

"قبروں کو پوجنے اور اُن سے کچھ مانگنے کے رُجحانات سراسر کفر ہیں۔" (روزنامہ نوائے وقت لاہور مورخہ ۶ مارچ ۱۹۷۶ء)

حالانکہ پوجنا لغو الزام ہے اور مانگنا بھی اس کا افترا ہے۔ اہلِ سُنّت وجماعت خاصانِ خدا کے توسّل سے اپنے رب کے حضور کھڑے ہو کر دعاء مانگتے ہیں۔ اگر اولیاء اللہ کے مزاراتِ مقدسہ سے استفاضہ

اور استفادہ کفر ہے تو وہابیہ نجدیہ کے سوا روئے زمین پر کوئی مسلمان نہیں بلکہ اس کفر کے فتوے کی زد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آجاتے ہیں اور پھر بھی آپ فتنۂ تکفیر کا الزام دوسروں پر دھرتے ہیں ؎

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

"الفضل بما شهدت به الاعداء" کے مصداق آپ کے اپنے اکابرین کی آراء پیش کرتا ہوں۔ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب دہلوی اپنے پیر و مرشد کو نسبتِ چشتیہ کے حصول کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(۱) "ہمارے حضرت (سید احمد بریلوی) ایک روز خواجۂ خواجگان خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر تشریف لے گئے اور وہاں جا کر مراقبہ فرمایا۔ پس ہمارے حضرت اور خواجہ صاحب کے مابین ملاقات ہوئی۔ خواجہ صاحب نے ہمارے حضرت کی طرف توجہ فرمائی جس کے سبب آپ کو نسبتِ چشتیہ حاصل ہو گئی۔" (صراطِ مستقیم، فارسی ص: ۱۶۶)

(۲) "ان مراتب عالیہ اور مناصب رفیعہ کے صاحبان عالمِ مثال اور عالمِ شہادت میں تصرّف کرنے کے مطلق ماذون و مجاز ہوتے ہیں اور ان بزرگوں کو حق پہنچتا ہے کہ تمام کُلیّات کو اپنی طرف نسبت کریں۔ مثلاً ان کو جائز ہے کہ کہہ دیں کہ عرش سے فرش تک ہماری سلطنت ہے۔" (صراطِ مستقیم ص: ۱۱۴)

(۳) "پس جو عبادت کہ مسلمان سے ادا ہو، اُس کا ثواب کسی فوت شدہ کی روح کو پہنچانے اور جنابِ الٰہی میں دعا کرنا اس کے پہنچانے کا طریق ہے اور یہ بہت بہتر اور مسنون طریقہ ہے اور وہ شخص کہ جس کی روح کو ثواب پہنچا رہا ہے اگر اس کے حقداروں میں سے ہے تو اس کے حق کے برابر ثواب پہنچانے کی خوبی بہت زیادہ ہو گی۔ پس امورِ مُروّجہ یعنی اموات کے فاتحوں اور عُرسوں و نذر و نیاز سے اس قدر عمل کی خوبی میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔"
(صراطِ مستقیم ص: ۶۴)

(۴) "اب اگر کوئی شخص پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کے واسطے شبِ برات کو صلحا کا مجمع کر کے کسی مقبرہ میں بہت ساری دعائیں کرے تو آنجناب کی متابعت کے باعث اسے ملامت نہیں کر سکتے۔" (صراطِ مستقیم ص: ۶۳)

اس ضمن میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات بھی موجود ہیں مگر طوالتِ کلام کے پیشِ نظر ان کا تذکرہ دانستہ ترک کر دیا گیا ہے۔

ان شواہد کی روشنی میں آپ کو پھر بھی امامین حرمین شریفین کی امامت کے خلاف ہمارے علما کی رائے کا رنج ہے تو اس کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں۔ کیا آپ کو یہ معلوم نہیں کہ نجدیوں کے تسلط سے قبل یہاں پر ہر فقہی مسلک کے لئے علیحدہ مصلّے موجود تھا۔ تمام مذاہب و مسالک کو غیر مقلد امام کی اقتدا پر مجبور کرنا مداخلت فی الدین ہے۔ پھر یہاں مداخلت نہیں جبر و تشدد ہے۔ اسی غلط روش کا نتیجہ ہے کہ آپ پاکستان میں اُن کے غلط طرزِ عمل کی حُسن و خوبی میں رطب اللسان ہیں۔

آپ نے اس مسئلہ کی بابت ہمارا جماعتی مسلک دریافت کیا ہے۔ ہمارا مسلک واضح ہے حکومتِ سعودیہ سے ہمارے دوستانہ تعلقات ہیں۔ ان کا کوئی نمائندہ ہمارے ہاں تشریف لائے تو اس کا اعزاز و اکرام ہم پر واجب ہے۔ مذہبی منافقین نے حرمین شریفین اور خاص طور پر روضۂ اطہر جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ احادیث کی تصریحات کی رُو سے عرشِ اعظم سے افضل ہے اور بقول عزت بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جُنید و بایزید ایں جا

(مگر جس کو متعصّب وہابی ثبت قرار دے چکے ہیں اور توہین بھی کر چکے ہیں) ایک مسلمان کی جذباتی محبت اور عشق کا استحصال کیا ہے۔ امامین کے پیچھے نماز پڑھنا کوئی ضروری نہیں۔ کل ایران سے کوئی مجتہد تشریف لائے اور حُبِ اہلبیت کی آڑ میں پاکستانی مسلمانوں کو اپنی اقتدا میں نماز پڑھنے پر مجبور کرے تو یہ اس کی زیادتی ہوگی۔ اسی طرح ہم اپنے دوست ممالک کی خوب آؤ بھگت کریں گے، مگر ان کے عقائد

واعمال کی اتباع کے معاملہ میں ہمیشہ اپنے ذاتی نظریات کو ترجیح دیں گے، بہرحال جن لوگوں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے سچے مقلد کی حیثیت سے ان کو برداشت کر لیا، فتویٰ کے مطابق ان کی نماز ادا ہو گئی۔ مگر حقیقتِ حال سے آگاہی کے بعد تقویٰ کا تقاضا ہے کہ وہ اپنی نماز کا اعادہ کریں۔ نماز کوئی دنیوی کاروبار نہیں، یہ "معراج المومنین" ہے۔ اس میں زبردست احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس نازک مسئلہ میں کسی شخص کو اس امر کی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ سیاسی تعلقات اور خصوصی برادرانہ روابط کی بنا پر ہمارے عقیدہ کو تختۂ مشق بنائے۔ بنابریں ہمارا مؤقف بالکل واضح ہے۔ ہم امامین کے دورہ کے موقع پر اس لئے مزاحم نہیں ہوئے کہ آزادیٔ اعتقاد و ضمیر ہر شخص کا بنیادی حق ہے۔

حرم کعبہ میں آپ نے نورانی صاحب اور خاکسار راقم الحروف کو علیحدہ نماز پڑھتے دیکھا ہے۔

یہ صحیح ہے مگر یہ بتائیں کہ کیا اس وقت نماز باجماعت ہو رہی تھی؟ اگر نہیں ہو رہی تھی تو ہر شخص کو علیحدہ نماز ادا کرنے کا حق حاصل ہے۔ علاوہ ازیں یہ امر بھی آپ ذہن نشین کر لیں کہ پہلی بار ۱۹۷۳ء میں جب مجھے حجِ مبرور کی سعادت نصیب ہوئی تو ایک وفد کی قیادت کرتے ہوئے مدینہ یونیورسٹی کے چانسلر شیخ عبدالعزیز بن باز سے ملاقات کی اور ان سے تقریباً ایک گھنٹہ مفصل گفتگو ہوئی۔ ہمارا مطالبہ یہ تھا کہ آپ نمازِ فجر "غلس" (منہ اندھیرے) پڑھتے ہیں، حالانکہ ہم احناف ارشادِ نبوت "اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر" کی اتباع میں "غلس" پر "اسفار" کو ترجیح دیتے ہیں۔ اسلئے آپ کم از کم پندرہ منٹ کے لئے نمازِ فجر مؤخر کر دیں۔ علیٰ ہٰذا القیاس جس وقت آپ نمازِ عصر ادا کرتے ہیں ہمارا وقتِ ظہر ابھی باقی ہوتا ہے لہٰذا اسے بھی آپ پندرہ منٹ تاخیر سے ادا کریں۔ مگر انہوں نے ہمارا مطالبہ مسترد کر دیا۔ بنابریں ہم فجر کی نماز بالالتزام ان کے بعد پڑھتے تھے۔ عصر میں (بوجہ تنگیٔ وقتِ مغرب اور مسجد میں جگہ حاصل کرنے کی خاطر) شامل ہوتے مگر بعد میں علیحدہ پڑھ لیتے تھے۔ ہماری طرح اتراک اور افاغنہ نے بھی یہ نمازیں علیحدہ پڑھی ہیں۔ ہم نے ملی وحدت کے تحت اس اختلاف کا چرچا نہیں کیا اور سکون و اطمینان کے ساتھ حرمین شریفین میں نمازیں ادا کرتے رہے۔ البتہ نماز کو بندے اور معبود کے درمیان سرگوشی، عاجزانہ حاضری اور براہِ راست مناجات سمجھتے ہوئے اس میں کھوٹ

نہیں ملائی، بعد میں اس کا اعادہ کر لیا ۔ ہم حیران ہیں کہ اس معاملہ میں آپ کیوں جُز بُز ہوتے ہیں ۔ اسے کفر و اسلام کا مدار کیوں قرار دیتے ہیں ۔ جب ہم پاکستان میں امامت کے معاملہ میں احتیاط برتتے ہیں تو تو مقامات مقدّسہ حرمین شریفین پر احتیاط کیوں نہ برتیں ۔

اسی ضمن میں آپ نے پیر صاحب مانکی شریف اور خاکسار کا دورۂ جھنگ میں اپنی اقتدا میں نماز مغرب ادا کرنے کا تذکرہ کیا ہے ۔ نیز امامت کے لئے پیر صاحب مانکی شریف کو اسی نماز میں امامت کی پیش کش کا واقعہ بھی درج کیا ہے ۔ مجھے اِس سارے مُعاملہ میں کوئی چیز مستحضر نہیں ہے اور نہ ہی پیر صاحب سے آپکے مُکالمہ کا مجھے کوئی علم ہے ۔ بہرحال آپ کا ایک "بدعتی"، "مُشرک" اور "قبر پرست" کو امامت کی پیش کش کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ آپ اُس وقت غالیانہ نجدیّت کے چکر میں اسیر نہ تھے ۔ کاش آپ کے اندر ماضی کی روحِ اتّحاد و مصالحت عود کر آئے اور سوادِ اعظم کے خلاف کسی "سیالکوٹی صادق" کے لبادہ میں "منحوس کذّاب" کی ہفوات اور خود ساختہ خرافات سے اپنے اخبار کو آلُودہ کرنے سے اجتناب کریں ۔

آپ نے ہمارے عالمی دورے کی بابت بھی مخالفین، منافقین کے گمراہ کن پروپیگنڈہ سے "سُوءِ استفادہ" کیا ہے ۔ حالانکہ اس دورے میں ہمارا مقصدِ وحید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم المرسلینی اور آفاقی قیادت کی تبلیغ و تلقین تھا ۔ کئی مقامات پر اسلامک سنٹر، اسلامک فاؤنڈیشن اور رابطۂ اسلامی کے کارکنوں نے ہماری تقاریر پر خراجِ عقیدت پیش کیا اور کہا کہ آپ لوگوں نے تبلیغ دین کا حق ادا کر دیا ۔ خاص طور پر گلاسکو، مانچسٹر، بریڈفورڈ، شیفیلڈ، پبلک ہال لیڈز یونیورسٹی، لیوٹن، لیسٹر ڈربی شائر، بلیک برن، اولڈہم، نیو یارک، سرنام، نیروبی اور ماریشیس وغیرہ میں ہماری تقاریر کو بہت سراہا گیا ۔ جن لوگوں نے اختلاف اور نفرت انگیزی کا چرچا کیا وہ ان کا احساس کہتری ہے ۔ درحقیقت دیارِ غیر میں اہلِ سُنّت و جماعت کی غالب اکثریت ہے، تبلیغی جماعت، علماءِ دیوبند، اسلامک سنٹر، اسلامک فاؤنڈیشن، جماعتِ اسلامی اور رابطہ والے گیارھویں شریف، محافلِ میلاد و ایصالِ ثواب وغیرہ مستحسن تقریبات کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں ۔ ہم نے مثبت انداز میں ان شعائرِ اسلام کی تائید کی اور اجانب کی تحریروں سے ان کے جواز کی تصدیق

ثابت کی۔ نیز ان لوگوں کو مشورہ دیا کہ وہ دیارِ غیر میں کافروں کو مسلمان بنانے پر اپنی تمام تر توجہ مبذول کردیں۔ مسلمانوں کو کافر بدعتی کہہ کر ذلیل نہ کریں۔ متحدہ محاذ بنا کر یہودیت، نصرانیت، دھریت، الحاد، زندقہ اور اشتمالیت (کمیونزم) کا مقابلہ کریں۔ مگر افسوس ہے کہ ان لوگوں نے اہلِ سُنّت و جماعت کو چراگاہ سمجھ رکھا ہے۔ جب اس چراگاہ کی حفاظت و استحکام کے لئے جد و جہد ہوتی ہے تو یہ شور و وایلا اور اودھم مچانا شروع کردیتے ہیں۔ اور گمراہ کن وسوسہ اندازی کے ابلیسی ہتھکنڈے کے ذریعے علماءِ حقّہ کو بدنام کرتے ہیں۔ آپ کو صحیح صورتِ حال بتا دی گئی ہے امید ہے کہ آپ خنّاسوں سے ہوشیار رہیں گے۔

آپ نے دورۂ انگلستان میں ایک خاص مقام پر فرقہ وارانہ فضا مکدر کرنے اور پولیس کی مداخلت کا لغو الزام لگایا ہے، مگر اُس مقام کا نام نہیں لیا۔ یہ برمنگھم کی مسجد کا قضیہ نامرضیّہ ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ یہاں ایک وہابی امام سُنّیت کے بھیس میں امامت کراتا تھا جب اس کے قدم مضبوط ہوگئے تو اس نے اپنے پیٹ سے پاؤں نکالے اور ایصالِ ثواب، قیام فی المیلاد، ختم حضرات خواجگان اور گیارھویں شریف وغیرہ کے انعقاد پر اعتراض کرنا شروع کردیا۔ جس پر مقتدی خفا ہوگئے اور اسے نکال باہر کیا۔ وہابیوں نے مسجد پر بھی اپنے قبضۂ مخالفانہ کی رُو سے استحقاق ثابت کرنا چاہا۔ مگر حکومت نے اکثریت کی رائے کو مؤثر گردانتے ہوئے مسجد مذکورہ اہلسنّت و جماعت کے حوالے کردی۔ مگر یہ واقعہ ہمارے دورہ کے کئی ماہ بعد پیش آیا۔ ہم نے برمنگھم کا جلسہ ایک بڑے ہال میں کیا تھا۔ جس میں کسی قسم کی فرقہ وارانہ مناقشت پیدا نہیں ہوئی۔ عیّاروں اور مکّاروں نے اپنی ناکامی کو چھپانے کے لئے واقعہ کی ذمہ داری ہم پر تھوپ دی۔ حالانکہ ہم اس واقعہ سے بالکل بے خبر تھے۔ ہم اس سارے خود ساختہ الزام پر سوائے "لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْن" کے اور کچھ نہیں کہہ سکتے۔ اللہ تعالیٰ ان وسوسہ اندوزوں افترا پردازوں، کذّابوں اور خنّاسوں کو خود ہی سزا دیگا۔

آپ نے "نیا اور پرانا لٹریچر" کے عنوان سے زلزلہ، خون کے آنسو، وہابی مذہب کی حقیقت وغیرہ کتب کی طباعت پر بھی غیظ و غضب کا اظہار کیا ہے۔ حالانکہ یہ تمام کتب معاندین اور گستاخان

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب میں لکھی گئی ہیں ۔ حال ہی میں دھماکہ نامی غلیظ پمفلٹ چھپا ۔ جس کے جواب میں " قہرِ خداوندی بر دھماکہ دیوبندی " اور " فریب کار چہروں پر حقائق و شواہد کا زناٹے دار طمانچہ " ——— بجواب " دھماکہ " کے عنوانات سے جواب شائع ہوئے ہیں ۔ مگر یہ تمام لٹریچر مخالفین و معاندین کے مقابلے میں دفاعی اقدام ہے ۔ آپ کے ہاں اسی اخبار میں " بریلویت کا پسِ منظر " ، بریلوی عقائد و اعمال ، فرقۂ ناجیہ ، محمد بن عبد الوہاب اور مناظرہ چک ۴۲ وغیرہ کتب کا اشتہار مسلسل چھپ رہا ہے ۔ نیز اپنے تبلیغی دوروں میں اہلِ سُنّت و جماعت کو روزانہ مشرک ، بدعتی اور گمراہ کہا جا رہا ہے ۔ مزارات کی حاضری کو قتل اور زنا سے بڑھ کر بتایا جا رہا ہے ۔ اور سرہند شریف ، پاکپتن شریف ، بغداد شریف اور مزار داتا گنج بخش کی نشان دہی کر کے اہلسنت و جماعت کی ان مزارات پر حاضری کو (جو احادیث سے ثابت ہے) زنا اور قتل سے زیادہ خطرناک بتایا گیا ہے ۔

آپ نے اپنے ہفت روزہ " اہلِ حدیث " مورخہ ۱۶ر جولائی ۷۶ء صفحہ ۶ پر ایک خصوصی نوٹ لکھا ہے اور مزارات پر حاضری کو شرک قرار دیا ہے :

نوٹ : " یاد رہے کہ قتل و زنا کبیرہ گناہ ہیں اور طلبِ حاجات کے لئے قبروں پر جانا شرک ہے ۔ کبائر کی بخشش کا امکان (بلا توبہ) دنیا میں اعمالِ صالحہ کی برکت اور آخرت میں پیغمبر اور غیر پیغمبر کی شفاعت سے اہلِ سُنّت کے مسلمہ عقائد میں شامل ہے ۔ لیکن شرک توبہ کئے نہ معاف ہوگا اور نہ ہی قیامت کو مشرک کے لئے شفاعت ہے ۔ "

ان تحریروں کے بعد سُنّیوں کے لٹریچر کے خلاف جزع فزع اور واویلا سمجھ سے بالاتر ہے ۔

آپ ہی ذرا اپنے طرزِ عمل کو دیکھیں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

پھر اس لٹریچر کی طباعت اور اشاعت میں " جمعیۃ علماء پاکستان " کا کوئی عمل دخل نہیں ۔

ہم جبر و تشدّد کی طاقتوں کے مقابلہ میں صف آرا ہیں۔ ہم اپنے خونِ جگر سے تاریخ مرتب کر رہے ہیں۔ قید و بند، نظر بندی اور قاتلانہ حملوں کے شدائد و بلیّات نے ہماری تمام تر مساعی کو "اعلاءِ کلمۃ الحق عند سلطان جائرٍ" پر مرتکز کر رکھا ہے۔ آپ اگر واقعی اصلاح و موافقت کی فضائے سازگار پیدا کرنا چاہتے ہیں تو خلافیات کی طباعت بند کر دیں۔ نیز نجدیوں کی دولت پر غرّا ہو کر اہلِ سُنّت کی مدافعانہ سرگرمیوں پر قدغن نہ لگائیں، صرف اسی صورت میں بحث و مناظرہ کا دروازہ بند ہو سکتا ہے اور افہام و تفہیم کی راہ کھل سکتی ہے۔

یہاں تک لکھ چکا تھا کہ آپ کے "ہفتگی" مورخہ ۶۔ اگست میں "دو عظیم فائدے" کے عنوان سے مقالۂ افتتاحیہ نظر پڑا۔ جس میں آپ نے قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا ارشاد بسلسلۂ تقلید ان کی تفسیر "مظہری" کے حوالے سے نقل کیا ہے اس میں "صوفیائے کرام کے خلافِ شرع افعال اور عرس" ذیلی عنوان دیا ہے۔ جہاں تک سجدہ کا تعلق ہے یا طواف و دیگر خلافِ شرع حرکات کا ارتکاب، تو کسی صحیح العقیدہ سُنّی کو اس سے اختلاف نہیں۔ البتہ "عُرس کے سالانہ اجتماع" کے حصّہ پر اس لئے اتفاق نہیں کہ ان جلسوں میں دعوتِ ارشاد دی جاتی ہے۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین، صحابۂ کرام اور صلحائے اُمّت کے احوالِ زندگانی اور اقوالِ پاکیزہ کا تذکرہ ہوتا ہے جس سے سامعین فیضیاب ہوتے ہیں۔ بہرحال اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ "صراطِ مستقیم" کے حوالوں کے ساتھ ساتھ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ ولی اللہ صاحب محدّثِ دھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نظریات کا بھی ذکر ہو جائے تاکہ ان کے مقبول و ہردلعزیز اسماء کا استحصال نہ ہو سکے اور عوام و خواص کو دھوکہ نہ دیا جا سکے۔

(۱) "خلال نے حضرت شعبی کی زبانی روایت کی ہے کہ زمانۂ دراز سے انصار کا یہ دستور ہے کہ مرنے والے کی قبر پہ جاتے اور قرآن خوانی کرتے۔" (تذکرۃ الموتیٰ والقبور ص: ۸۷، مصنفہ قاضی صاحب)

(۲) "صدقۂ نافلہ بوالدین واقربین ویتامیٰ و مساکین و ہمسایہ و سائلین وغیرہ

بلہ بلہ" ("مالابدمنہ فارسی" ص: ۹۱ مصنفہ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

(۳) "میرے والدِ مکرم فرماتے ہیں کہ میں ایامِ مولود شریف میں کھانا پکایا کرتا تھا تاکہ میلاد شریف پر اظہارِ خوشنودی کر سکوں۔ ایک سال میں اتنا تنگدست تھا کہ میرے پاس کچھ نہ تھا۔ میں نے کچھ بھنے ہوئے چنے لئے اور لوگوں میں تقسیم کر دیے۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ آنحضرت کے سامنے بھنے ہوئے چنے رکھے ہیں اور آپ بہت ہشّاش بشّاش ہیں"۔ حدیث دو وبستم۔ ("دُرُّالثمین فی مبشرات النبی الامین" عربی، اردو۔ مصنفہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ص: ۴۱)

(۴) "جس وقت میں مدینہ منوّرہ میں حاضر ہوا اور روضۂ اقدس علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ والف الف تسلیم کی زیارت سے مشرف ہوا تو میں نے روحِ مبارک و مقدّس صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہراً و عیاناً دیکھا نہ صرف عالمِ ارواح میں دیکھا بلکہ عالمِ مثال میں ان آنکھوں سے قریب، تو سمجھ گیا کہ یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نمازوں میں حاضر ہوتے ہیں اور لوگوں کی امامت فرماتے ہیں وغیر ذٰلک۔ یہ سب اسی دقیقہ کی باتیں ہیں۔" (فیوض الحرمین عربی اُردو ص: ۸۱ مصنفہ شاہ ولی اللہ)

آپ نے اپنے اداریہ میں بار بار ہمیں متعصّب کہا ہے اور فرقہ وارانہ فتنہ و فساد کو فروغ دینے کا الزام لگایا ہے حالانکہ آپ کے اسی "ہفتگی" میں اہلِ سُنّت و جماعت کے عقائد و اعمال پر مسلسل طعن و تعریض جاری ہے اور کفر، شرک و بدعت سے کم تر کوئی فتویٰ نہیں ہے۔ اسی برتے پر آپ ہمیں صلح و آشتی کا درس دیتے ہیں۔ "اَتَامُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتَابَ" کا مصداق پھر کون ہے۔ اسی کو کہتے ہیں "دیگراں را نصیحت خود میاں فضیحت"۔

انگریز دُشمنی کی حقیقت

آپ نے اسی اداریہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ "ہندوستان کی آزادی میں اکابرِ اہلِ حدیث کی قربانیاں

سب سے زیادہ تھیں۔" اس ارشاد پر آپ ہی کا شعر ؎

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ

بالکل برمحل اور باموقع ہے۔ آپ کے اکابر انگریز دشمنی کیا کرتے انہوں نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ "اگر انگریزی حکومت پر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر کوئی آنچ نہ آنے دیں۔" (حیاتِ طیبہ ص: ۲۹۶، تواریخِ عجیبہ ص: ۷۳، مطبوعہ دہلی)

اس ادّعائے باطل کے ثبوت میں کئی حوالے پیش کئے جا سکتے ہیں سرِ دست مندرجہ ذیل اقتباسات بطورِ سرمۂ چشمِ بصیرت حاضرِ خدمت ہیں:

مولانا محمد اسمٰعیل دھلوی کا فتویٰ

کلکتہ میں جب مولانا محمد اسماعیل صاحب دھلوی نے جہاد کا وعظ فرمانا شروع کیا اور سکھوں کے مظالم کی داستان بیان کی تو اس استفسار پر کہ آپ انگریزوں کے خلاف فتوائے جہاد کیوں نہیں دیتے تو آپ نے فرمایا —— "اُن پر جہاد کرنا کسی طرح واجب نہیں ہے۔ ایک تو ہم ان کی رعیّت ہیں اور دوسرے ہمارے مذہبی ارکان کی ادائیگی میں وہ مطلقاً دست اندازی نہیں کرتے۔ ہمیں انگریزی حکومت میں ہر طرح آزادی ہے۔" (بحوالۂ مذکورہ بالا۔)

تواریخِ عجیبہ کے مُصنّف اور سیّد احمد بریلوی اور اسمٰعیل دہلوی کی نام نہاد تحریکِ جہاد کے سرگرم رکن مولانا جعفر تھانیسری فرماتے ہیں: "سیّد صاحب کا سرکار انگریزی سے جہاد کرنے کا ہرگز ارادہ نہ تھا۔ وہ اِس آزاد عملداری کو اپنی ہی عملداری سمجھتے تھے۔ اور اِس میں شک نہیں کہ اگر سرکار انگریزی اُس وقت سیّد صاحب کے خلاف ہوتی تو ہندوستان سے انہیں کچھ بھی مدد نہ پہنچتی۔"

انگریزوں کا پکایا ہوا کھانا قبول کرنا

مولانا ابوالحسن ندوی سیرتِ سیّد احمد ص: ۱۹۰ جلد اوّل میں رقمطراز ہیں:

"اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ انگریز گھوڑے پر سوار چند پالکیوں میں کھانا رکھے کشتی کے قریب آیا اور پوچھا کہ پادری صاحب (سیّد احمد صاحب) کہاں ہیں؟ حضرت نے کشتی پر سے بیا

کہ میں یہاں موجود ہوں۔ انگریز گھوڑے پر سے اُترا۔ ٹوپی اُتار کر ہاتھ میں لی۔ اور کشتی پر پہنچا۔ مزاج پُرسی کے بعد کہا کہ میں نے تین روز سے اپنے مُلازم یہاں کھڑے کر دیے تھے کہ آپ کی اِطلاع کریں۔ آج انہوں نے اِطّلاع کی کہ اغلباً حضرت صاحب قافلہ کے ساتھ تمہارے مکان کے سامنے پہنچیں۔ اطّلاع پاکر غرُوبِ آفتاب تک میں کھانے کی تیّاری میں مشغول رہا۔ تیّار کرنے کے بعد لایا ہوں۔ سیّد صاحب نے حُکم دیا کہ کھانا اپنے برتنوں میں مُنتقِل کر لیا جائے۔ کھانا لے کر قافلے میں تقسیم کر دیا گیا۔ اور انگریز دو تین گھنٹے ٹھہر کر چلا گیا۔"

شمس العلماء میاں نذیر حسین دہلوی کی انگریزی حکومت سے وفاداری

"الحیات بعد المُمات" کے مُصنّف مشہور غیر مُقلّد قاضی مظفر حسین صاحب ص: ۱۲۵ پر تحریر فرماتے ہیں: "یہ بتا دینا ضروری ہے کہ میاں صاحب گورنمنٹ انگلشیہ کے کیسے وفادار تھے۔ زمانۂ غدر ۱۸۵۷ء میں جبکہ دہلی کے بعض مُقتدر اور بیشتر معمولی مولویوں نے انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا تو میاں صاحب نے نہ اس پر دستخط کئے اور نہ مُہر ثبت کی۔ بلکہ خود فرماتے تھے کہ میاں وہ تو ہُلّڑ تھا، بادشاہی نہ تھی۔ وہ بے چارہ بُوڑھا بہادر شاہ کیا کرتا۔ اسے بہت سمجھایا گیا کہ انگریزوں سے لڑنا مناسب نہیں ہے۔ مگر وہ باغیوں کے ہاتھ میں کٹھ پُتلی ہو رہے تھے، کرتے تو کیا کرتے"۔

میم کی خدمت

عین حالتِ غدر میں جبکہ ایک ایک بچّہ انگریزوں کا دشمن ہو رہا تھا ایک زخمی میم مسز لیسنس کو میاں صاحب رات کے وقت اُٹھوا کر اپنے گھر لے آئے۔ پناہ دی، علاج کیا، کھانا دیتے رہے۔ اس وقت اگر ظالم باغیوں کو ذرا برابر خبر ہو جاتی، آپ کے قتل اور خانماں بربادی میں دیر نہ لگتی۔ مگر ساڑھے تین مہینے تک کسی کو بھی معلوم نہ ہوا! ——— نیم جان میم صاحبہ تندرست ہو گئیں اور امن قائم ہونے پر اُسے انگریزی کیمپ میں پہنچا دیا گیا۔ میاں صاحب کو اِس خدمت کے صلہ میں مبلغ ایک ہزار تین سو روپے نقد اور خوشنودی کے سرکاری سرٹیفکیٹس ملے۔ (الحیات بعد المُمات ص: ۱۲۷)

سفارشی چٹھی

مولوی نذیر حُسین صاحب دہلوی نے ۱۳۰۰ھ میں حج کا ارادہ کر لیا

کمشنر دہلی سے ملاقات کی اور اپنی اس خواہش کا اظہار کیا۔ صاحب موصوف نے ایک سفارشی چِٹھی بدیں مضمون حوالے کی:

"مولوی نذیر حسین دہلی کے ایک بڑے مقتدر عالم ہیں۔ جنہوں نے نازک وقتوں میں اپنی وفاداری گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ ثابت کی ہے وہ اپنے فرض زیارتِ کعبہ کے ادا کرنے مکّہ جاتے ہیں میں اُمّید کرتا ہوں کہ جس کسی برٹش گورنمنٹ افسر کی وہ مدد چاہیں گے وہ ان کو مدد دے گا۔ کیونکہ وہ کامل طور سے اس مدد کے مستحق ہیں۔ جے۔ ڈی گرمیلٹ بنگال سروس کمشنر دہلی و سپرنٹنڈنٹ

۸۳-۸-۱۰، (حیات بعد الممات ص: ۱۲۷)

انگریز نوازی کے صِلہ میں شمس العلماء کا خطاب

میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کو غیر مقلّدین وہابی شمس العلمائ بھی لکھتے ہیں۔ یہ خطاب میاں صاحب کو انگریز سے وفاداری اور نیازمندی کے صِلہ میں عطا کیا گیا تھا چُنانچہ حیات بعد الممات ص: ۱۸۰ پر درج ہے کہ "شمس العلماء کا خطاب گورنمنٹ انگلشیہ کی طرف سے ۲۲ر جون ۱۸۹۷ء مُطابق ۲۱ر محرم الحرام ۱۳۱۵ھ بروز سہ شنبہ مرحمت ہوا۔"

نواب صدّیق حسن خاں بھوپالی کی انگریز نوازی

نواب صدّیق حسن خاں بھوپالی خود اقرار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"میں تیس سال کامل سے متوسل و متوطن اس ریاست بھوپال کا ہوں اور ہمیشہ مُعزّز و مکرّم رہا۔ رئیسۂ معظمہ بھوپال نے زوجیّت سے مجھے عزّت و افتخار بخشا اور یہ امر باطّلاع گورنمنٹ عالیہ و حسبِ مرضی سرکارِ انگلشیہ ظہور میں آیا اور چوبیس ہزار روپیہ سالانہ اور خطاب "مُعتمد المہامی" سے سرفرازی ہوئی۔ حُکّام عالی منزلت یعنی کارپردازانِ دولتِ انگلشیہ کو تجربہ اس ریاست کی خیرخواہی اور وفاداری عموماً اور اس بے صولت دولت (صدّیق حسن خاں بھوپالی) کا خصوصاً ہوچکا ہے۔ (ترجمان الوہابیّہ ص: ۱۷، ۹، ۲۸، ۲۹)

انگریز سے مسلمانوں کا جہاد، جہاد نہ تھا

نواب صِدّیق حسن خاں بھوپالی انگریزوں کے خلاف مسلمانوں کے

جہاد کو فساد قرار دیتے ہیں، فتویٰ ملاحظہ ہو:

"زمانہ غدر میں (جہادِ آزادی کو غدر قرار دینا انگریز کی تابعداری ہے) جو لوگ سرکارِ انگریز سے لڑے اور عہد شکنی کی وہ جہاد، جہاد نہ تھا فساد تھا۔ ہم نے اپنی کتاب ہدیۃ السائل میں اولاً اور کتاب روضِ خصیب میں ثانیاً، بڑا گناہ ہونا عہد شکنی کا اور جائز نہ ہونا جہاد کا ہندوستان میں کتاب عوائد العوائد میں ثالثاً اور حال وہابیوں کا تواریخ علماء عیسوی سے کتاب تاج مکلل میں رابعاً لکھا ہے:

"جس کا حاصل یہ ہے کہ بغاوت جو ہندوستان میں بزمانہ غدر ہوئی۔ اس کا نام جہاد رکھنا ان لوگوں کا کام ہے جو اصلِ دین اسلام سے آگاہ نہیں ہیں اور ملک میں فساد ڈالنا اور امن برباد کرنا چاہتے ہیں۔" (ترجمان الوہابیہ ص: ۸۴)

مولانا محمد اسمٰعیل دہلوی، شمس العلماء میاں نذیر حسین صاحب دہلوی اور نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کے بعد وہابیوں کی عظیم المرتبت شخصیت مولوی محمد حسین بٹالوی کا کردار ملاحظہ ہو:

سرکار انگریزی کی اطاعت واجب ہے

غیر مقلدین وہابی حضرات کی حمایت سرکارِ انگلشیہ کے سلسلہ میں مولانا مسعود عالم صاحب ندوی لکھتے ہیں:

"آگے چل کر جب مجاہدین کی داروگیر شروع ہوئی۔ ہر آمین بالجہر کہنے والے پر وہابی کا شبہ کیا گیا۔ اور وہابی کے معنی سرکاری زبان میں باغی کے ہو گئے تو ہندوستان کی جماعتِ اہلِ حدیث موجودہ شکل میں نمایاں ہو گئی۔ اور ان کے سرگروہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے سرکارِ انگریزی کی اطاعت کو واجب قرار دیا۔ اور حد یہ کہ وقت کے بعض مشہور حنفی علماء کو سرکار سے بغاوت کے طعنے دیئے۔" (ہندوستان میں پہلی اسلامی تحریک ص: ۲۹)

بٹالوی کا اصل فتویٰ

مجددِ وہابیہ کا وہ فتویٰ جس میں انہوں نے انگریزوں کی صریحاً حمایت کرتے ہوئے ان کے خلاف جہاد کی ممانعت کی ہے

پیش کیا جاتا ہے :۔

"ہم لوگوں کو یعنی رعایا گورنمنٹ انگلشیہ کو جو گورنمنٹ کے عہد و امن میں ہیں اور ان کی طرف سے شعارِ دین کی ادائیگی میں خود مختار و آزاد ہیں۔ اس گورنمنٹ سے جہاد کرنا جائز نہیں ہے۔"
(اشاعتُ السُّنّہ ص: ۴ ضمیمہ ۶ جلد ۲)

سیّد احمد بریلوی اور محمد اسمٰعیل دہلوی کے فتوے کو بھی بٹالوی صاحب نے اس طرح درج کیا ہے:

"سیّد احمد صاحب —— مولوی اسمٰعیل صاحب نے انگریزوں سے جہاد کرنے کا ارادہ نہیں کیا۔ اور مولوی اسمٰعیل صاحب نے کلکتہ میں اپنی مجلسِ وعظ میں برملا کہہ دیا کہ ہم کو انگریزوں سے جہاد کرنا جائز نہیں۔" (اشاعتُ السُّنّہ ص: ۵، ضمیمہ ۶ جلد ۲)

آپ کے اس محدّثِ بٹالوی نے صرف فتویٰ پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انگریزوں کی حمایت کرتے ہوئے ان کے خلاف جہاد کی ممانعت پر ایک رسالہ "الاقتصاد فی مسائل الجہاد" فارسی زبان میں تصنیف فرمایا تھا۔ مختلف زبانوں میں اس کے ترجمے بھی شائع کرائے تھے۔

معتبر اور ثِقہ راویوں کا بیان ہے کہ اس کے معاوضہ میں سرکارِ انگریزی سے انہیں جاگیر بھی ملی تھی
(حاشیہ ہندوستان میں پہلی اسلامی تحریک، ص: ۲۹، مصنّفہ مسعود عالم ندوی)

تحریکِ پاکستان میں غیر مقلّدین کا طرزِ عمل

برِّ صغیر پاک و ہند کے ہر کہہ و مہ کو معلوم ہے کہ آپ کے اکثر اکابر نے تحریکِ پاکستان کی سر توڑ مزاحمت کی۔ بلکہ پاکستان دشمن جماعتوں کے سرخیل اور سرگردہ رہے ہیں۔ مولانا سیّد اسمٰعیل صاحب غزنوی کی ذات مستثنیٰ ہے کہ انہوں نے اصولی طور پر پاکستان کی حمایت کی۔ مگر ان کا کردار نمایاں نہیں رہا۔ دوسرے عظیم رہنما حضرت مولانا سیّد محمد داؤد صاحب غزنوی جو پنجاب میں ہندو نیشنل کانگرس کے صدر تھے۔ کانگرس کے ٹکٹ پر کامیاب ہوئے۔ اور مولانا ابوالکلام آزاد کے ساتھ مل کر مسلمانوں پر خضر وزارت کو مسلّط کیا۔ البتہ عوامِ اہلِ حدیث کا رُجحان نظریۂ پاکستان کے حق میں تھا۔ اور بالآخر ان کے دباؤ سے مولانا سیّد محمد داؤد صاحب غزنوی

بھی تحریکِ پاکستان میں شامل ہو گئے۔ بہر حال مولانائے محترم نے نہایت ہی خلوص اور عزمِ مصمم کے ساتھ تحریک کو آگے بڑھایا۔ اسی طرح تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت میں بے مثال ایثار کا ثبوت دیا۔ اگر آج وہ زندہ ہوتے تو آپ جیسے متعصب فرقہ سازوں کو راہِ ہدایت دکھاتے۔ وہ محبوب شخصیت کے حامل تھے۔ ان کے فرزندِ ارجمند مولانا محمد ابوبکر غزنوی نے "سیدی وابی" جیسی پیاری کتاب میں اپنے والدِ ماجد کے عقائد و نظریات کے تذکرہ میں واضح کیا ہے کہ وہ ائمۂ کرام کا احترام کرتے تھے، درود شریف میں مزید کلمات کے اضافے کو پسند فرماتے تھے، ننگے سر نماز پڑھنے سے روکتے تھے اور حسنِ نیت سے یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کہنے والے کو مشرک نہیں سمجھتے تھے۔ تعظیم و علمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں گستاخانہ کلمات بکنے والے کی زجر و توبیخ کرتے تھے۔ استمداد عن غیر اللہ کے بارے میں تنگ نظر وہابیہ کا احتساب فرماتے تھے۔ مثلاً ان کا یہ ارشاد کہ: "اور ان کی توحید کا یہ حال ہے کہ حقیر ترین دُنیوی اغراض کے لئے دُنیادار سرمایہ داروں کے گھروں کا طواف کرتے ہیں اور ان کی صبح و شام چاپلوسی میں بسر ہوتی ہیں۔ کیا "من دونِ اللہ" میں صرف حضرت عبدالقاد جیلانی اور علی ہجویری ہی شامل ہیں؟ ———— یہ کیا منطق ہوئی؟ ————

"توحید کا یہ تصور ان لوگوں نے اپنی جی سے گھڑ لیا ہے۔ کتاب اللہ اور حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توحید تو بڑی انقلاب آفریں ہے۔" (سیدی وابی، ص: ۳۴۵،۳۴۴)

رسالت کے علو و مرتبت میں اس قدر راسخ تھے کہ "حضور کے روضۂ اطہر کو عرشِ اعظم، "حاملینِ عرش" جنّتِ عدن اور گردش کرنے والے افلاک سے افضل سمجھتے تھے۔ اس لیے کہ روضہ میں ایسا جسدِ انور ہے کہ اگر دونوں جہانوں کے ساتھ بھی تولا جائے تو وہ بھاری ہے۔" (ایضاً، ص: ۳۴۵،۳۴۳)

بیعتِ طریقت، بزرگانِ دین کا ادب اور اشغالِ صوفیہ کی شرعی حیثیت کو سچے مردِ مومن کے انداز میں اپنا وظیفہ قرار دیتے تھے اور تقلیدِ ائمہ کے متعلق اُن کا ارشاد ہے کہ:

"اگر کوئی سمجھتا ہے کہ ہم تقلید سے مطلقاً انکار کرتے ہیں اور عوام کو یہ تعلیم دیتے ہیں کہ وہ تفسیر، حدیث اور فقہ سے بے بہرہ ہونے کے باوجود ائمۂ کرام کے اقوال کو ٹھکرا دیں اور بے زمام و بے مہار

ہو کر جو چاہیں کریں تو وہ صریحاً غلطی میں مبتلا ہے ——— ائمۂ دین نے جو دین کی خدمت کی ہے اُمت قیامت تک اُن کے احسان سے عُہدہ برآ نہیں ہو سکتی۔ ہمارے نزدیک ائمۂ دین کے لئے جو شخص دل میں سوئے ظن رکھتا ہے یا زبان سے ان کی شان میں گُستاخی و بے ادبی کے الفاظ استعمال کرتا ہے وہ اس کی شقاوتِ قلبی کی علامت ہے۔ اور میرے نزدیک سُوءِ خاتمہ کا خوف ہے۔ ہمارے نزدیک ائمۂ دین کی ہدایت و درایت پر اُمّت کا اجماع ہے۔" (سیدی و ابی، ص: ۳۷۳)

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی بے حد عزّت سے لیتے تھے۔ ایک دن بڑے دردناک لہجے میں فرمایا:-

"مولوی اسحاق! جماعتِ اہلِ حدیث کو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی بددعا لے کر بیٹھ گئی ہے۔ ہر شخص ابُوحنیفہ۔ ابوحنیفہ کہہ رہا ہے۔ کوئی بہت ہی عزّت کرتا ہے تو امام ابُوحنیفہ کہہ دیتا ہے۔ پھر ان کے بارے میں ان کی تحقیق یہ ہے کہ وہ تین حدیثیں جانتے تھے یا زیادہ سے زیادہ گیارہ۔ اگر کوئی بہت بڑا احسان کرے تو وہ انہیں سترہ حدیثوں کا عالم گردانتا ہے۔ جو لوگ اتنے جلیل القدر امام کے بارے میں یہ نُقطۂ نظر رکھتے ہوں، اُن میں اتّحاد و یک جہتی کیونکر پیدا ہو سکتی ہے۔ یا غربۃ العلم، اِنَّمَا اَشکُوا بَثِّی وَحُزنِی اِلَی اللّٰہِ۔" (ایضاً، ص: ۱۳۶، ۱۳۷)

افسوس ہے یہ دُنیا ایسے الُوالعزم و بالغ نظر علماء سے خالی ہو چکی ہے۔ اَعاظمِ رجال رُخصت ہو گئے اور ان کی جگہ تنگ نظر کٹھ مُلّا، مُکفّر و مُفتری بزعمِ خویش رازدارانِ دین بن گئے ہیں اور یہ بالشتیے قوم کے مُخلص و سرفروش مُجاہدین کے مُنہ آتے ہیں۔ العجب ثم العجب!

؎ میراث میں آئی ہے انہیں مسندِ ارشاد
زاغوں کے تصرّف میں عقابوں کے نشیمن

فقط والسّلام

(مخلص) عبدُالسّتار خاں نیازی

خدا کے محبوبوں کی باتیں بڑی پیاری ہوتی ہیں

اور اُنکے استدلال بڑے دلنشیں ہوتے ہیں جسے پڑھا لکھا اور بے پڑھا ہر شخص سمجھ لیتا ہے

حضرت مولنا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کو دنیائے اسلام میں کون نہیں جانتا وہ اپنے عرف مولنا روم سے زیادہ مشہور ہیں انکی مثنوی جو دنیائے اسلام میں "فارسی کا قرآن" مشہور ہے، اسکے چند اشعار ملاحظہ ہوں

اشقیا را دیدۂ بینا نہ بود
بد نصیبوں کے پاس دیکھنے والی آنکھ نہ تھی
نیک و بد در دیدہ شاں یک نمود
بھلا برا اُن کو ایک سا معلوم ہوتا تھا

جملہ عالم زیں سبب گمراہ شد
سارا جہان اس سبب سے گمراہ ہوا
کم کسے ز ابدال حق آگاہ شد
اولیاء اللہ کو بہت کم لوگ پہچان سکے

ہمسری با انبیا برداشتند
انبیاء کرام سے برابری کا دعوی کیا
اولیا را ہمچو خود پنداشتند
اولیاء کرام کو اپنا جیسا سمجھا

گفت اینک ما بشر ایشاں بشر
اُنھوں نے کہا کہ وہ بھی بشر ہیں ہم بھی بشر
ما و ایشاں بستۂ خوابیم و خور
ہم اور وہ دونوں سونے اور کھانے کے پابند ہیں

گر دید ابلیس و گفت ایں فرع طین
حضرت آدم کا خمیر مٹی دیکھکر ابلیس نے اُنھیں مٹی کا بتایا
چوں فزاید بر من آتش جبیں
اور کہا۔ کہ یہ مجھ آتش جبیں سے مرتبہ میں کیسے بڑھ جائیگا

تا تو می بینی عزیزاں را بشر
جبتک تو عوام الناس جیسا، ان عزت والوں کو بشر جانتا ہے
دانکہ میراثِ بلیس ست آں نظر
تو جان لے کہ تیری یہ نظر ابلیس لعین کا ترکہ ہے

گر نہ فرزند بلیسی اے عنید
اے دشمن محبوبان خدا اگر تو ابلیس کا فرزند نہیں ہے
پس بہ تو میراثِ آں سگ چوں رسید
تو اُس کُتّے کی میراث تجھ تک کیسے پہنچی

تمت

(محمد اسحاق پورنوی محبوب رقم تحریر نمود)

اکابر تحریک پاکستان

پر سیارہ ڈائجسٹ (جولائی ۱۹۷۶ء) کا تبصرہ

"یہ ہماری بد قسمتی ہے یا بے حسی کہ تحریک پاکستان اور قیام پاکستان کے کتنے ہی ایسے گوشے ہیں جن پر کسی نے قلم اٹھانے کی ضرورت محسوس نہیں کی اور یوں اس عظیم جدوجہد کے خدوخال پوری طرح واضح نہیں ہوسکے۔ جو ہمارا بے بہا ورثہ ہے اور جس کے طفیل ہمیں پاکستان نصیب ہوا۔ یہ حقیقت تلخ سہی لیکن حقیقت ہے کہ تحریک پاکستان اور قیام پاکستان کی برصغیر کے کتنے ہی علماء اور اکابر نے شدید مخالفت کی تھی۔ لیکن دوسری طرف برصغیر میں ایسے علمائے دین اور اکابرین بھی تھے جنہوں نے پاکستان کے حق میں راہ ہموار کی اور قیام پاکستان کو حقیقت بنانے کے لئے کار ہائے نمایاں انجام دیئے۔ زیر تبصرہ کتاب انہی اکابرین سے متعلق ہے۔ جنہوں نے قیام پاکستان کیلئے جدوجہد کی تھی۔ یہ کتاب اپنے موضوع پر پہلی کتاب ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ کتاب ہر لائبریری اور ہر گھر میں ہونی چاہئیے کتاب کے مصنف محمد صادق قصوری صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں۔ کہ انہوں نے مطالعۂ پاکستان کے ایک پہلو کو پہلی بار نمایاں کیا ہے۔ "اکابر تحریک پاکستان" کا یہ حصۂ اول ہے۔ ہمیں امید ہے کہ اس کا دوسرا حصہ بھی جلد ہی شائع کر دیا جائے گا۔ مکتبہ رضویہ گجرات اس کتاب کی اشاعت پر فخر کر سکتا ہے"

ملنے کا پتہ: مکتبہ شرکت حنفیہ۔ گنج بخش روڈ۔ لاہور

سلیم الیاس پرنٹنگ پریس رام گلی۔ لاہور